عالمانہ ناصحانہ دلائل ومسائل سے مزین آسان اور عام فہم زبان میں خطبات کا خزینہ

خطباتِ رحیمی

﴿جلد ششم﴾

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت پرتاب گڑھی (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) بانی ومہتمم دارالعلوم محمدیہ وخانقاہ رحیمی بنگلور

مرتب

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

نائب مهتمم دارالعلوم محمديه بنگلور

ناشر

مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خطباتِ رحیمی (جلد ششم) جدید ایڈیشن
خطبات	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ
مرتب	:	ڈاکٹر فاروق اعظم حبان قاسمی
سن اشاعت	:	۲۰۰۹ء، ۲۰۱۲ء
کتابت وتزئین	:	مولانا عبید الرحمٰن قاسمی حبان گرافکس بنگلور
تعداد	:	ڈھائی ہزار
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

﴿مرتب کا مکمل پتہ﴾

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)

Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	انتساب	11
2	حروفِ قاسمی	12
3	شکروسپاس	14
4	گناہوں کی نحوست	16
	پانچ بری خصلتیں	17
	اللہ تعالیٰ کی رضامندی اصل ہے	18
	معاشرہ میں گناہ کے اثرات	19
	علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے	19
	گناہوں کی سیاہی	20
	ایک گناہ کا ارتکاب دوسرے گناہ کا راستہ ہموار کرتا ہے	21
5	ووٹ قرآن وحدیث کی روشنی میں	23
	ووٹ حقیقی تعاون ہے	24
	ووٹ کے متعلق غلط فہمی	25
	ووٹ کے ذریعہ سیاست کو پاک وصاف کریں	25
	ووٹ ایک ناقابل انکار طاقت	26
	ووٹ ایک شہادت ہے	26

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	ووٹ کا استعمال فرض ہے	28
	متحد ہوکر ووٹ دیں	28
	آپ اس ملک میں برابر کے حصہ دار ہیں	29
	الیکشن میں شرکت کرنے کا شرعی حکم	29
	مسلمانوں کے تین نقطہ نظر	31
6	786 کی شرعی حیثیت	34
	ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کرنے کی حکمت	35
	حضور ﷺ خط کے شروع میں کیا لکھتے تھے؟	36
	حضرت سلیمانؑ کا خط ملکہ صبا کے نام	37
	خطوط نویسی کے چند آداب	38
	کاتب اپنا نام پہلے لکھے پھر مکتوب الیہ کا	38
	خط پر مہر لگانا بھی انبیاء کی سنت ہے	39
	کافر یا مشرک کو خط لکھتے وقت بسم اللہ لکھنا جائز ہے	39
	آپؐ کا دعوتی پیغام منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے نام	40
	رسول اکرم ﷺ کا دعوتی پیغام نجاشی، شاہ حبشؓ کے نام	41
	آپ ﷺ کا دعوتی پیغام، ہرقل وکسریٰ شاہِ روم وفارس کے نام	41
	حروف تہجی کے اعتبار سے بسم اللہ کے اعداد	42
	786 کا استعمال کیسے جائز ہے؟	44
	ضروری نہیں کہ 786 صرف بسم اللہ کے اعداد ہوں	45
7	السلام علیکم اسلامی شعار اور تمام انبیاء کی سنت ہے	46
	اسلام ہی دین کامل ہے	47
	سلام سے محبت پیدا ہوتی ہے	48

	دیگر مذاہب کے سلام	49
	ہم نے غیروں کا طریقہ اپنالیا ہے	50
	السلام علیکم اسلام کی نشانی ہے	51
	سلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ کلام ہے	52
	جنت کی سب سے بڑی نعمت دیدارِ الٰہی وسلام الٰہی ہے	53
	اہل جنت کو فرشتوں کا سلام	54
	اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو سلام کہنے کا حکم	55
	سلام کا جواب دینے کا طریقہ	55
	سلام کے الفاظ میں اضافے سے نیکیوں میں اضافہ	56
	سلام کو عام کرو	56
	سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے	57
	صرف جان پہچان والوں کو سلام کرنا قیامت کی علامت	57
8	شہادت کی تمنا ہر مومن کیلئے ضروری ہے	61
	حضرت عائشہؓ کی وصیت	62
	ایک عبرت آموز واقعہ	64
	حضور ﷺ کی نصیحت	64
	اسلام امن وشانتی کا درس دیتا ہے	66
	ظالموں سے دوستی نہ کرو	67
	انسانیت کا احترام حضور ﷺ کی نظر میں	68
	مسلمان کے خون کی اہمیت	69
	حضور اکرم ﷺ کی خواہش اور تمنا	70
	شہادت اصل کامیابی	71

	آج ہر حساس شہری فکرمند ہے	72
	اسلام کی برکت	73
	انسان خدا کی رحمت کا مظہر ہے	74
9	ترانۂ وندے ماترم، ایک فتنہ جو مسلمان کو ہرگز قبول نہیں	77
	اسلام خالص توحید کا درس دیتا ہے	78
	ڈبلیو بش کے گلے میں لعنت کا طوق	79
	ہمارے لیڈران قومی ترانہ نہ گا سکے	80
	وندے ماترم کا ترجمہ	81
	مطالب کی وضاحت	82
	وندے ماترم ایک نعبد کی کھلی خلاف ورزی ہے	83
	وندے ماترم اسلام کے خلاف اعلان جنگ کا نعرہ ہے	84
	مسلمانوں سے قلبی دشمنی	86
	وندے ماترم کا چوتھا بند ملاحظہ کیجئے	87
	وندے ماترم گانا کفر ہے	88
10	بدگمانی، بغض وحسد شیطانی کام ہیں	91
	بغض حسد، کینہ وعداوت	92
	بدگمانی سب سے بڑا گناہ ہے	93
	غصہ شیطان کی طرف سے ہے	94
	ابلیس حسد کی وجہ سے ذلیل ہوا	95
	دنیا بکری کے مرے ہوئے بچے کے برابر ہے	96
	قناعت پسند کا حساب ہے	96
	مال وجاہ تباہی کا باعث	97

	شکر کی نعمتیں بڑھتی ہیں	98
11	حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کا حج	100
	حج انسان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے	101
	فضائل عشرۂ ذی الحجہ	103
	فضائل یوم عرفہ	104
	اعلان کے لئے حضرت علیؓ کا انتخاب	106
	سید الکائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	108
	حج کی فرضیت اور مشرکین کا بیت اللہ میں داخلہ ممنوع	109
	حرم پاک کا داخلہ بند	110
	سیدنا حضرت ابوبکر صدیق	111
	سیدنا حضرت عمر فاروق	111
	سیدنا حضرت عثمان غنی	111
	سیدنا حضرت علی	112
12	چھینک اللہ کی عظیم نعمت ہے	116
	زندگی بڑی نعمت ہے	117
	چھینک آئے تو الحمدللہ کہو	118
	چھینک کے بعد قلب دوبارہ جاری ہوتا ہے	119
	چھینک کے ذریعہ بیماری دور ہوتی ہے	120
	ایک صحابی کے بچے کا واقعہ	121
	عبداللہ ابن مبارک کی چھینک	122
	ایک کشتی کا واقعہ	122
	ایک مکھی کے ذریعہ مغفرت	123

13	اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا سیکھو	126
	مصائب و آلام کا تسلسل	128
	مشکلیں اتنی پڑیں کہ سب آساں ہوگئیں	129
	ایک باندی کا واقعہ	130
	حضرت عیسیٰؑ کی بے نفسی	131
	حضرت بشر حافیؒ کا واقعہ	131
	حضرت حسینؓ کا ایک سوال	133
14	بے پردگی کا بھیانک انجام	136
	عورت کی سب سے اچھی صفت	137
	اللہ تعالیٰ کا سلام	138
	بعض عورتیں غیر مسلم سے پردہ نہیں کرتیں	138
	ایک عورت پر عذاب کا مشاہدہ	139
	ایک لڑکی پر عذابِ الٰہی	141
	سعودی عرب کے ایک شیخ کا قصہ	142
	دیور موت ہے	143
	جب پردہ کا حکم نازل ہوا	144
15	درود شریف کے فضائل	146
	درود شریف نہ پڑھنے والا جنت کے راستہ سے بھٹکتا ہے	148
	اللہ تعالیٰ اور فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں	149
	جنت میں حسرت	150
	سب فکروں کی کفالت درود محمد ﷺ	150
	کسی کتاب میں درود شریف لکھنے کی فضیلت اور ثواب	151

	درود شریف کی کثرت نجات کا ذریعہ	152
	فضائل درود شریف	153
16	نوجوان قوم وملت کیلئے عظیم سرمایہ	156
	غیر مسلموں کی حالت	157
	غیر مسلم ملکوں کا حال	158
	ایک غیرتمند بچی کا واقعہ	158
	کمسن صحابی کا واقعہ	159
	ایرانی قوم قابل تعریف	159
	دو کمسن بچوں کا واقعہ	161
	ایک نوجوان بہادر صحابی کا بیان	162
	ستر ہزار نوجوان پوٹا کے تحت جیل میں	164
17	دعا مومن کا ہتھیار	166
	اللہ تعالیٰ بندے کے قریب ہیں	167
	دعا مانگنے کا طریقہ	169
	دعا سراسر شکر ہے	170
	مجاہد کے خون کا قطرہ پیکرِ دعا ہے	170
	دعا قبول ہونے کی شرط	171
18	اللہ کی محبت ایک عجیب شئی ہے	173
	محبت ایک عظیم نعمت ہے	174
	انبیاء علیہم السلام اللہ سے محبت کرتے ہیں	175
	ایک مرید کی اپنے پیر سے شکایت	176
	مجھے بچانے والا اللہ ہے	176

	حضرت احمد نقشبندی کا واقعہ	177
	ایک چور کا واقعہ	179
	دو بزرگوں کو اللہ سے محبت	179
	اللہ تعالیٰ سے محبت کر کے دیکھو	180
19	حضور ﷺ کی برکت والی زندگی	182
	زمین تا آسمان کا خلاء	183
	حضور ﷺ کا فرمان وحی کی زبان ہے	186
	عمر میں برکت کیسے ہوتی ہے	187
	امت میں برکت کی مثالیں	188
	حضور رحمۃ للعالمین ہیں	189

خطباتِ رحیمی کی ششم جلد کا

انتساب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی شُکْرِهٖ وَاِحْسَانِهٖ، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضور اکرم ﷺ کے صدقہ اور طفیل خطبات رحیمی کی چھٹی جلد منظر عام پر آرہی ہے۔

میرے برادرانِ اختر عزیزی مولوی حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی سلمہٗ، عزیزی حکیم محمد عدنان حبان بسّیم سلمہٗ کے نام معنون کرتا ہوں جن کو دیکھ کر میرا دل خوشی اور مسرتوں سے لبریز ہوجاتا ہے۔قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ان برادرانِ عزیز کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت ان کو دونوں جہان کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔آمین ثم آمین یارب العالمین۔

بجاہ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

خادم

محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ، وخانقاہِ رحیمی بنگلور

حروفِ قاسمی

فخر العلماء حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی دامت برکاتہم

ناظم اعلیٰ مدرسہ کاشف العلوم چرتھاول، ضلع مظفرنگر، یوپی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ.

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ ہندوستان میں ایسی بہت سی بستیاں، شہر اور گاؤں ہیں جہاں معروف اور یگانۂ روزگار ہستیوں نے جنم لیا ہے اوران کی ذات فیوض وبرکات کا خزینہ بن گئیں، اگرچہ وہ اب دنیا میں نہیں رہے لیکن اپنی خدمات کے آئینہ میں دنیا کی نظروں میں ابھی تک زندہ جاوید ہیں۔

ایسی ہی ایک قدیم بستی قصبہ چرتھاول ہے جس کی تین ہزار سال پرانی تاریخ ہے۔ جہاں ہر دور میں ذی علم حضرات منظر عام پر آتے رہے۔ مجھے قلبی مسرت اور شادمانی حاصل ہورہی ہے یہ لکھتے ہوئے کہ چرتھاول کی ایک اجلہ شخصیت، جو میرے بچپن کے ساتھی بھی ہیں رفیق اور دوست بھی ہیں، جن کی ابتدائی تعلیم مدرسہ کاشف العلوم چرتھاول میں ہی ہوئی، وہ میرے قریب اور میں ان سے بہت قریب ہوں، وہ نہ صرف علماء اور مشائخ کے منظورِ نظر ہیں بلکہ اس وقت جنوبی ہند کے اکابر علماء اور مشائخ میں ان کا شمار ہے، جہاں ایک طرف وہ یونانی فن طب کے ذریعے جسمانی علاج فرمارہے ہیں وہیں مدرسہ اور خانقاہ کے ذریعہ قرآن وسنت کی ترویج واشاعت

اور ریاضت اور تزکیۂ نفوس کے ذریعے خلق اللہ کے قلوب کو مصفا اور مسّجا کرنے میں لگے ہیں، آپ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے سلسلہ کے باوقار نقیب ہیں۔ آپ کے خلفاء اور مریدین ہندوستان کے تمام صوبوں میں موجود ہیں اور ہندوستان، پاکستان، ساؤتھ افریقہ، ماریشش، دبئی اور سعودی عرب میں آپ کے خلفاء اور متعلقین کی کثیر تعداد ہے۔ آپ کے مرشد کامل حضرت حاذق الامتؒ کے صاحبزادگان نے حبیب الامت کے خطاب سے سرفراز فرمایا ہے۔ آپ کے تبلیغی اور دعوتی اسفار ملک اور بیرونِ ملک ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کی دو درجن سے زائد تصانیف خواص وعوام میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

حضرت حبیب الامت مدظلہ العالی کے خطبات کی چھٹی جلد شائع ہو رہی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے قلم کی جولانی اور جواہرات اسی طرح تادیر بکھرتے رہیں اور امت کو آپ کی ذات سے اسی طرح فائدہ پہونچتا رہے۔ آپ کے صاحبزادۂ محترم عزیزی ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی نے ان خطبات کو مرتب فرمایا وہ بجا طور پر ہم سبھوں کی جانب سے شکریئے کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، دیگر تصنیفات کی طرح اس کو بھی شرف قبولیت عطا ہو اور ذریعہ نجات وفلاح بنے عزیزی ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی نے ان خطبات کو مرتب فرمایا وہ بجا طور پر ہم سبھوں کی جانب سے شکریے کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

والسلام

(مولانا) محمد قاسم قاسمی

ناظم مدرسہ کاشف العلوم، چرتھاول ضلع مظفر نگر یوپی

۳؍شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ بروز چہارشنبہ

شکر وسپاس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ.

تمام تعریفیں اس احکم الحاکمین کو ہی سزاوار ہیں جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے آدمی کو انسانیت کے بلند مرتبہ پر فائز فرمایا اور فرش سے عرش تک منصبِ خلافت پر جلوہ گر فرمایا اور علم وعمل کی خلعت پہنا کر اشرف المخلوقات کے خطاب سے سرفرازی بخشی۔ جہل ونادانی سے بچا کر آبِ حیاتِ علم وحکمت پلایا اور محسنِ کائنات ختم المرسلین، رحمۃ اللعالمین، باعثِ ایجاد عالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آنے والی بنی نوع انسان کو محافظ قرآن مجید اور حامل علوم نبوی کا مقام عروج بخشا۔

اس حقیر وفقیر پر رب کریم کا فضل وکرم ہے اور اساتذہ کرام مشائخ عظام اور والدین مخدومین کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ خطبات رحیمی کی چھٹویں جلد شائع ہو کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔ میں اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے ہوئے کرم فرما، اسم بامسمیٰ پیکر اخلاقِ حمیدہ مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ العالی، مالک

مکتبہ طیبہ دیو بند کا شکر گذار ہوں کہ موصوف خطبات رحیمی کی دس جلدیں شائع کررہے ہیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اوران خطبات کو بندہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے ،عزیزم ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی ان کے مرتب ہیں ،مولانا مفتی ارشد جمیل رشیدی، مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی نے اس کی اشاعت میں خوب تعاون فرمایا اوراپنے مفید مشوروں سے نوازا،ان حضرات کو اللہ تعالیٰ اجر جزیل عطا فرمائے ۔آمین!

خاکپائے حضرت حاذق الامت
محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی
مدیر دارالعلوم محمدیہ وخانقاہ رحیمی بنگلور

گناہوں کی نحوست

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُمْ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

یہ رسمِ بزمِ فنا ہے اے دل! گناہ ہے جنبشِ نظر بھی
رہے گی کیا آبرو ہماری جو تو یہاں بے قرار ہوگا

برادران اسلام، بزرگوں عزیزو اور بھائیو! اللہ اوراس کے رسول کی ہرنا فرمانی گناہ کہلاتی ہے، البتہ گناہ کو دو حصوں ،صغیرہ اور کبیرہ میں تقسیم کیا گیا ہے، گناہ کی ایک خاص علامت یہ بتائی گئی ہے کہ جو چیز بھی دل میں کھٹکے یا بری لگے یا دوسروں کو خراب لگے تو جان لیں کہ وہ گناہ ہے۔

جو بھی گناہ کرتا ہے اس کے برے اثرات سے زندگی ضرور متاثر ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ ۞ (الشوریٰ) ''تمہیں جو بھی مصیبت لاحق ہوتی ہے وہ تمہارے گناہ اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔''

گناہ افراد کی طرح اقوام کی ہلاکت کا بھی ذریعہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔
فَأَهْلَكْنَا هُمْ بِذُنُوْبِهِمْ (الانفال) ''ہم نے اگلی امتوں کو ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک و برباد کیا''۔

ایک دوسری جگہ فرمایا: ''ولقد اَخَذْنا آل فِرعَوْنَ بِا لسّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ. (الاعراف) ''ہم نے قوم فرعون کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں، تاکہ وہ نصیحت قبول کریں''۔

پانچ بری خصلتیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے مہاجرین کی جماعت! پانچ خصلتیں ایسی ہیں اگر تم ان سے آزمائے جاؤ یا تم میں وہ پائی جائیں، میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم ان میں مبتلا ہو جاؤ۔

(۱) فحش اور بدکاری جب کسی قوم میں پھیل جائے اور علی الاعلان ہونے لگے تو ان سے ایسی بیماریاں اور مصیبتیں رونما ہوتی ہیں جو پچھلوں میں نہیں تھیں۔

(۲) جو کوئی قوم یا معاشرہ ناپ تول میں کمی کرنے لگے تو وہ قحط سالی، روزی کی تنگی اور حاکموں کے ظلم کا شکار ہو جائے گا۔

(۳) اگر لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ روک لیں تو آسمان سے رحمت اور بارش روک دی جائے، اگر روئے زمین پر چوپائے اور جانور نہ ہوں تو کبھی بارش نہ ہو۔

(۴) اگر لوگ اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑ دیں تو دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا جائے جو ان کے بعض علاقوں اور زمینوں پر قبضہ کر لیں گے۔

(۵) اگر ان کے امام و حاکم اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو خانہ جنگی میں مبتلا کر دے گا۔'' (ابن ماجہ، طبرانی، حاکم)

اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اصل ہے

عموماً گناہ کے اثرات اس شخص کی حد تک ہی محدود نہیں رہتے جو اس کا ارتکاب کرتا ہے، بلکہ ان سے وہ افراد اور جاندار بھی متاثر ہوتے ہیں جو گناہ کا ارتکاب کرنے والے سے متعلق ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کی رضا مندی کی خاطر اللہ کو ناراض کرے تو اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے اور اس کو بھی ناراض کرتا ہے جس کی رضا مندی کی خاطر اس نے اللہ کو ناراض کیا۔ اور جو لوگوں کی ناراضگی کے باوجود اللہ کو راضی کرتا ہے تو اللہ اس سے راضی ہوتا ہے اور اس کو بھی خوش کرتا ہے جس کو اس نے اللہ کو راضی کرنے کی خاطر ناراض کیا تھا، حتیٰ کہ اس شخص کو اور اس کے قول و عمل کو اس کی نگاہ میں مزین کرتا ہے، جس کی ناراضگی اس نے مول لی تھی''۔ (طبرانی)

بعض سلف سے منقول ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم کبھی اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں تو اس کے اثرات اپنی سواری، خادم اور بیوی میں محسوس کرتے ہیں۔

امام ابن القیمؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب انسان نیکی کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے چہرے پر رونق، دل میں نور، بدن میں قوت، رزق میں کشادگی اور لوگوں کے دلوں میں اس کے تئیں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے اور جو شخص گناہ کرتا ہے اس کی وجہ سے اس کا چہرہ بے رونق، اس کے دل میں بے چینی و تاریکی، بدن میں کمزوری، رزق میں تنگی اور لوگوں کے دلوں میں اس کے تئیں بغض و نفرت پیدا ہوتی ہے۔ (الوابل الصیب)

معاشرہ میں گناہ کے اثرات

گناہ کے اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ گناہ گار سے لوگ بغض ونفرت کرنے لگتے ہیں، ابونعیم نے حضرت ابودرداءؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کو اس بات سے بچنا چاہئے کہ مومنوں کے دل اس سے بغض کرنے لگیں، اس طرح کہ اس کو احساس بھی نہ ہو۔ پھر آپؐ نے کہا: جانتے ہو یہ کیا ہے؟ بندہ تنہائی میں اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ اس کے بغض کو مومنوں کے دل میں ڈال دیتا ہے اس طرح کہ اس کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ (حلیۃ الاولیاء)

حضرت عائشہؓ نے حضرت معاویہؓ کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا: ''امابعد! جو شخص اللہ کو ناراض کرنے والا عمل کرے گا تو اس کا برا اثر دنیا میں یہ ہوگا کہ اس شخص کی تعریف کرنے والا بھی اس کی مذمت کرنے لگے گا۔''

گناہ علم سے محرومی اور اس کے نقصان کا باعث بھی ہوتا ہے، اسی لئے قرآن میں فرمایا گیا: واتقوا اللّٰہ و یعلمکم اللّٰہُ. (البقرۃ) یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو علم سے نوازے گا۔''

علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے

علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے، اس نور سے اسی کے دل کو مزین کیا جاتا ہے جو گناہوں کی آلودگی سے پاک ہو، جو دل گناہوں سے آلودہ ہوتا ہے اس سے اللہ کا نور کھینچ لیا جاتا ہے، اس حقیقت کو امام شافعیؒ نے یوں منظوم فرمایا ہے۔

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ   فَأَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
فَأَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِنْ اِلٰھِی   وَنُوْرُ اللّٰہِ لَایُعْطٰی لِعَاصٍ

میں نے اپنے استاذ وکیعؒ سے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کے ترک کردینے کا مشورہ، دیا (اور فرمایا کہ) علم اللہ کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور کسی گناہ گار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

گناہ کا ایک اثر انسان کے دل پر یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے اس کا دل سخت اور تنگ ہوجاتا ہے۔

گناہوں کی سیاہی

امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ گناہ ترک کرکے توبہ واستغفار کرلے تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر وہ گناہ کی جانب متوجہ ہوتا رہے تو اس کے دل کی سیاہی میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ گناہوں کی سیاہی پورے دل کو گھیر لیتی ہے۔ یہی وہ ''ران'' ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ.

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''لوگوں کے دلوں پر فتنے اس طرح وارد ہوں گے جس طرح حصیر کی کاڑیاں یا تنکے پے درپے ہوتے ہیں۔ جو دل اس فتنے کو قبول کرے گا اس پر سیاہ دھبہ لگا دیا جائے گا اور جو دل اس کا انکار کرے گا اس پر سفید نکتہ لگا دیا جائے گا۔''

گناہوں سے رزق میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے، گناہوں سے بچنا اصل تقویٰ ہے، جسے قرآن مجید میں حصول رزق کا ذریعہ بتایا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاً وَ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ. (الطلاق)

جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا (یعنی گناہوں سے بچ کر زندگی گزارے گا) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے چھٹکارے کی راہ نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔''

آگے ارشاد ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَل لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْراً. اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اسکے ہر کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ الْعَبْدَ لَيُحْرِمُ الرِّزْقَ بِالذُّنْبِ يُصِيْبُهٗ (احمد)

''بے شک گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے بندہ روزی روٹی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''

زمین پر جو مختلف قسم کے عذاب طوفان، زلزلہ، قحط سالی، آپسی خانہ جنگی اور خون خرابہ وغیرہ کی شکل میں ہم آئے دن دیکھ رہے ہیں اس کا ایک اہم سبب ہم انسانوں کے گناہ ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُم مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِباً وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. (العنکبوت)

''پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

ایک گناہ کا ارتکاب دوسرے گناہ کا راستہ ہموار کرتا ہے

گناہوں کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہونے والا سلسلہ ہے۔ ایک گناہ کا ارتکاب انسان کو دوسرے گناہ کی دعوت دیتا ہے۔ اس طرح انسان گناہوں کے دلدل میں پھنستا چلا جاتا

ہے اور اپنے رب کی نگاہوں سے گرتا جاتا ہے، پھر وہ اللہ اور اس کے رسول کی لعنت کا مستحق اور فرشتوں کی دعائے رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہی گناہ اس کے حسنِ خاتمہ کی راہ میں رکاوٹ کا باعث بھی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسان کے پاس سے اللہ کی دی ہوئی نعمتیں چھین لی جاتی ہیں اور اس کے معاملات کو مشکل بنا دیا جاتا ہے۔

گناہوں کو ترک کرنا افضل ترین عبادت ہے اور یہ انسان کے فرائض میں سے ہے، اطاعت وفرماں برداری کے کام کرنے سے زیادہ معصیت ونافرمانی کا ترک کرنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، مأمورات میں استطاعت کو دخل ہے لیکن منہیات میں استطاعت کی کوئی قید نہیں، اسے مکمل طور پر ترک کرنا ضروری ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ. (بخاری) جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو حسب استطاعت اسے انجام دو اور جب کسی چیز سے منع کر دوں تو کلی طور پر اس سے رک جاؤ''۔

علماء سلف نے ساٹھ سے بھی زیادہ گناہوں کے اثراتِ بد کا تذکرہ فرمایا ہے۔

انسان کی دین داری اور عقل مندی کا تقاضا ہے کہ وہ گناہوں سے باز رہنے کی پوری کوشش کرے اور ہر معصیت ونافرمانی کو ترک کرے، چاہے اس میں بظاہر کتنا ہی بڑا فائدہ دکھائی دیتا ہو، یا جسے ترک کرنے کی وجہ سے کتنے ہی بڑے نقصان سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہو۔ اِس فائدے کی اُس فائدے کے سامنے کوئی حیثیت نہیں جو گناہ ترک کرنے کی وجہ سے دنیا وآخرت میں ملنے والا ہے، اور نہ یہ نقصان اس نقصان سے بھاری ہے جو گناہوں کو اپنانے کی صورت میں جہنم کی شکل میں تیار کیا گیا ہے۔

دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ووٹ قرآن وحدیث کی روشنی میں

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"● صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

وہ کل کے غم وعیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا　　　جو آج خود افروز وجگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائقِ ہنگامۂ فردا　　　جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

برادران اسلام! حق پرست بزرگ حضرات! میں نے خطبۂ مسنونہ کے بعد سورۂ مائدہ کی ایک مختصر سی آیت تلاوت کی جس میں قرآن کریم نے ایک بنیادی مسئلہ کے متعلق ایک حکیمانہ فیصلہ دیا: "اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیز گاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (مائدہ)

مندرجہ بالا آسمانی فیصلہ پورے نظام عالم کی روح ہے، ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ اس دنیا کا پورا انتظام انسانوں کے باہمی تعاون پر منحصر ہے۔ اگر ایک

انسان دوسرے انسان کی مدد نہ کرے تو کوئی اکیلا انسان خواہ کتنا ہی عقلمند یا زور آور یا مالدار ہو اپنی ضروریات زندگی کو تنہا حاصل نہیں کر سکتا۔

غور کیجئے! قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ مسلمان بھائیوں کیساتھ تعاون کرو اور غیروں کے ساتھ نہ کرو بلکہ نیکی اور خدا ترسی کو تعاون کی اصل بنیاد قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوماً" اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے حیرت سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ مظلوم بھائی کی مدد کو تو ہم سمجھ گئے مگر ظالم کی مدد کا کیا مطلب؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ظالم کو ظلم سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔ تفسیر روح المعانی میں آیت کریمہ "فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْراً لِّلْمُجْرِمِيْن" کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز آواز دی جائے گی کہاں ہیں ظالم لوگ اور ان کے مددگار یہاں تک کہ وہ لوگ جنہوں نے ظالموں کے دوات اور قلم کو درست کیا تھا وہ بھی سب ایک لوہے کے تابوت میں جمع کر کے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ یہ ہے قرآن کریم کی وہ تعلیم جس نے ملت کے ہر فرد کو ایسا سپاہی بنا دیا جو اپنی ڈیوٹی صحیح صحیح بجالانے پر خوف خدا کی وجہ سے مجبور ہے۔

ووٹ حقیقی تعاون ہے

درج بالا آیت کریمہ اور حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ "تعاون" فعل الخیرات میں سے ہے اور انسانی معاشرہ میں اس کا خاص الخاص مقام ہے چنانچہ "ووٹ" بھی ایک حقیقی تعاون ہے، مدد، تعاون سہایتا، Co-Operative کا تقریباً ایک ہی مفہوم ہے جس کو عصر حاضر میں ووٹ

کہا جاتا ہے، یعنی کسی پارٹی یا لیڈر کو ووٹ کی صورت میں جو تعاون دیا جاتا ہے اس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ پارٹی یا لیڈر عوام کے ووٹ سے قانونی طور پر اتنا مظبوط ہو جائے کہ وہ عوام کی سچی خدمت (تعاون) کر سکے اور حکومت وقت کو عوام کے مسائل سے بخوبی آگاہ کر سکے۔

ووٹ کے متعلق غلط فہمی

میرے بھائیو! ہندوستان میں خود غرض لیڈروں نے سیاست کو ایک گھناؤنی چیز بنا دیا ہے اور الیکشن اور ووٹ کو اس قدر رسوا اور بدنام کر دیا ہے کہ شریف عوام اس سے نفرت کرنے لگے۔ ووٹ کے متعلق یہ غلط فہمی ملک وملت کیلئے نقصان دہ ہے، خصوصاً مسلمانوں کے لئے یہ بات ہر وقت دل ودماغ میں رکھنے کے قابل ہے کہ ''سیاست'' اسلام کا ایک اہم جزو ہے جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بنیادی ارکان ہیں اسی طرح سچے مسلمان کیلئے سیاسی، معاشی، اقتصادی اور تعلیمی سرگرمیاں بھی ضروری ہیں، انتخابات اور ووٹ بھی دین کا ایک اہم جزو ہے جس شخص نے بھی صدق دل سے حصہ لیا اس نے گویا ایک سیاسی حق ادا کیا۔

ووٹ کے ذریعہ سیاست کو پاک وصاف کریں

بزرگو اور دوستو! یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مفاد پرست عناصر کے ہاتھوں سیاست گندگی کا دلدل بن چکی ہے۔ اس کو پاک وصاف کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ملت کا باوقار طبقہ علماء کرام، پروفیسر، لکچرر، دانشوران اور خوف خدا رکھنے والے احباب سیاست کے عملی میدان میں اتر جائیں اور اپنی صدق بیانی اور بہی خواہی خدا ترسی کے ذریعہ سیاست کی موجودہ گندگی کو دھونے کی سعی کریں اور متحد ہو کر خود غرض اور غنڈہ عناصر سے سیاسی قوت چھین لیں، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر

لوگ ظالم کے ظلم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب نازل فرمائیں، ظالم کو ظلم سے روکنا اور اس کے خلاف آواز اٹھانا معاشرہ کے ہر فرد کیلئے ضروری ہے۔

ووٹ ایک ناقابل انکار طاقت

آج ملک کے باشندے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ الیکشن میں ایسے نمائندوں کا سلیکشن کیا جارہا ہے جو پارلیمنٹ میں جانے کے بعد بھی غنڈہ گردی کو فروغ دیتے ہیں اور عوام کو بلیک میل کرتے ہیں، پارلیمنٹ سیشن میں ہاتھا پائی کی نوبت آجاتی ہے، کرسیاں ایک دوسرے پر اٹھا کر پھینکی جاتی ہیں، عوام کے مسائل پر اپنے مفاد کو ترجیح دی جاتی ہے، کرسی بچاؤ کی خاطر پوری قوم کو قربانی کا بکرا بنا دیا جاتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ الیکشن میں ایسے جابر اور ظالم لیڈروں کے خلاف ووٹ نہ دیا جائے، اگر ملک کو خانہ جنگی اور فرقہ وارانہ فسادات میں جھونکنے والے برسراقتدار آگئے تو ملک میں جنگل راج قائم ہو جائیگا اور فتنہ وفساد کو فروغ ملے گا، ووٹ ایک ناقابل انکار طاقت ہے، ووٹ کا ہتھیار استعمال کر کے طاغوتی عناصر کو شکست فاش دیں اس کے بغیر ملک میں امن وامان نہیں لایا جاسکتا۔

زمانہ منتظر ہے پھر نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

ووٹ ایک شہادت ہے

سامعین کرام! مسلمانانِ ہند کیلئے ضروری ہے کہ اس ملک میں رہنے کیلئے اپنے مفادات کا تحفظ کریں خصوصاً نوجوان طبقہ اپنے تن من دھن کی بازی لگادے، اکابر علماء عظام اور مخلص قائدین جو مشورہ دیں اس پر عمل کرنے میں اپنی سعادت

سمجھے،قرآن وحدیث کی روشنی میں ووٹ ایک شہادت ہے۔مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ امتحانات نمبر، سند وسر ٹیفکیٹ اور الیکشن کے ووٹ سب شہادت کے حکم میں داخل ہیں، اسمبلی اور لوک سبھا وغیرہ کے انتخاب میں ووٹ دینا بھی ایک شہادت ہے جس میں ووٹ دہندہ کی طرف سے گواہی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شخص اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی امانت اور دیانت کے اعتبار سے بھی قومی نمائندہ بننے کے قابل ہے، نمائندوں کے انتخاب کیلئے ووٹ دینے کی ازروئے قرآن ایک دوسری حیثیت بھی ہے جس کو شفاعت یا سفارش کہا جاتا ہے ووٹ دینے والا گویا سفارش کررہا ہے کہ فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے اس کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يشفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا. یعنی جو شخص اچھی اور سچی سفارش کرے گا تو جس کے حق میں سفارش کی ہے اس کے نیک عمل کا حصہ اسے بھی ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے گا یعنی کسی نااہل اور برے شخص کو کامیاب بنانے کی سعی کرے گا تو اس کو اس کے برے اعمال کا حصہ ملے گا۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر امیدوار اپنی کارکردگی کے پانچ سالہ دور میں غلط اور ناجائز کام کرے گا تو ان سب کا وبال ووٹ دینے والے کو پہونچے گا، ووٹ کی ایک شرعی حیثیت وکالت کی بھی ہے کہ ووٹ دینے والے امیدوار کو اپنی نمائندگی کیلئے اپنا وکیل بناتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہمارا ووٹ تین حیثیت رکھتا ہے ایک شہادت دوسرے شفاعت اور تیسرے حقوق مشترکہ میں وکالت۔تینوں حالتوں میں جس طرح نیک صالح اور قابل آدمی کو ووٹ دینا موجب ثواب ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں اسی طرح نااہل شخص کو بھی ووٹ دینا جھوٹی شہادت ہے اور بری شفاعت

بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن اثرات بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے کل قیامت کے دن ہمارے اعمال کی باز پرس ہوگی اسی طرح اس ووٹ کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ آپ نے دنیا میں اپنا ووٹ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر استعمال کیا تھا یا ملک وملت کی فلاح وبہبود کیلئے استعمال کیا تھا، لہٰذا ووٹ کا صحیح صحیح استعمال کرنا چاہئے۔

ووٹ کا استعمال فرض ہے

برادرانِ وطن! آج مفاد پرستی، غنڈہ گردی دولت کے حصول کیلئے ناجائز اورحرام ذرائع کا بے دریغ استعمال اور اقتدار کی کرسی تک پہونچنے کیلئے بے دردی سے قتل وقتال عام سی بات ہوگئی ہے۔ان حالات میں ایک مسلمان، مومن پر ووٹ کا استعمال فرض ہے کہ وہ اپنے ووٹ کے ذریعہ فاشست قوتوں کو شکست دیکر ایماندار نمائندوں کو پارلیمنٹ اور اسمبلی میں پہنچائیں، لاپرواہی سے اپنے ووٹ کو استعمال نہ کرنا اور گھر میں بیٹھے رہنا کوئی عقلمندی نہیں ہے اور چند پیسوں کی خاطر کسی نااہل کو ووٹ دینا گویا اپنے آپ پر اور قوم پر خنجر چلانے کے مترادف ہے۔

متحد ہوکر ووٹ دیں

اتفاق واتحاد کامیابی کیلئے سب سے پہلی اور سب سے آخری سیڑھی ہے قوم جب متحد ہوتی ہے تو تاریخ شاہد ہے کہ بڑی سے بڑی طاقت اس کے سامنے سرنگوں ہوجاتی ہے، اتحاد میں وہ قوت ہے کہ بڑے بڑے ہٹلر اور نازی منہ کے بل گرجاتے ہیں۔ہندوستانی مسلمانوں کی ایک متحدہ قوت ہے، اگر مسلمان اپنی اس قوت (ووٹ) سے صحیح کام لیں گے تو ہمارا مستقبل روشن ہوگا ورنہ ہم تاریکی میں ڈوبے رہیں گے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

آپ اس ملک میں برابر کے حصہ دار ہیں

آپ اس ملک کے قابل فخر سپوت ہیں آپ کے آباء واجداد نے اس ملک کیلئے قربانیاں دی ہیں یہاں کا ذرہ ذرہ مسلمانوں کی قربانی کا ثنا خواں ہے اس سرزمین کو ہمارے آباواجداد نے لالہ وزار کیا ہے۔ ہم حکومت سے بھیک نہیں اپنا حصہ طلب کرتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح ایک ہندو ایک سکھ ایک عیسائی حکومت میں شریک ہے مسلمان بھی اسی طرح شرکت چاہتا ہے۔ اے میری قوم کے پیارے نوجوانو! آگے بڑھو کہ تمہیں سے ہے آرام جاں ہمارا، جمعیۃ علماء ہند اور مسلم متحد محاذ اور اس جیسی دوسری مسلم تنظیموں کی دی گئی ہدایات کو اپنا نصب العین بنا کر ثابت کردو کہ ہندوستان کا مسلمان قائدانہ صلاحیت سے مالا مال ہے وہ اپنے مسائل کو حل کرنے اور کرانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ آپ کا ووٹ مسلمانانِ ہند کے مستقبل کو روشن کرسکتا ہے اور آپ کے ووٹوں کی تقسیم مسلمانوں کو بڑے خطرے سے دوچار کرسکتی ہے۔

آیئے! مسلمانوں کے شاندار مستقبل کیلئے ایک بار اتحاد واتفاق کو گلے لگالیں۔ ورنہ تاریخ میں بے نام ونشان ہوجائیں گے اور آنے والی نسلیں بھی معاف نہیں کریں گی، رب ذوالجلال کے یہاں جو رسوائی ہوگی اس کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔

الیکشن میں شرکت کرنے کا شرعی حکم

مفتی راشد حسین مدظلہ لکھتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں عام طور سے ملکوں کی تقسیم مذاہب اور نسلوں وغیرہ کے اعتبار سے ہوا کرتی تھی، ملک کسی خاص مذہب یا نسل

سے تعلق رکھنے والوں کا ہوا کرتا تھا، وہ ملک کے پہلے درجہ کے شہری ہوا کرتے تھے، جبکہ دوسرے مذہب یا نسل کے لوگ دوسرے درجہ کے شہری ہوا کرتے تھے، عام طور پر سے ملک کے سیاسی حالات سے ان کو بہت ہی کم دلچسپی رہتی تھی، لیکن آج زمانہ بدل چکا ہے، دنیا ایک گاؤں بن گئی ہے، ملک میں مختلف مذاہب اور نسل کے لوگ رہتے ہیں اور کم سے کم قانونی اعتبار سے پہلے درجہ اور دوسرے درجہ کے شہری جیسی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی، یہ چیز یورپین ممالک میں تو تقریباً ہر جگہ ہی نظر آتی ہے، ہندوستان میں بھی کچھ فرق کے ساتھ یہی صورت حال ہے، اور فرق یہ ہے کہ یورپین ممالک میں دوسرے مذاہب والے بعد میں جاکر آباد ہوئے ہیں جبکہ ہندوستان جیسے ممالک میں مختلف قومیں صدیوں سے آباد ہیں۔

اس تناظر میں ہندوستان اور یورپین ممالک میں آباد مسلمانوں کو کئی سوالات کا سامنا ہے، انہیں مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ انتخابات میں شرکت کا بھی ہے، یہ سوال مسلمانوں کے لئے اس اعتبار سے بہت ہی اہم ہوجاتا ہے کہ دین اسلام بعض دوسرے مذاہب کی طرح صرف چند رسوم کے اختیار کرلینے کا نام نہیں ہے، اسلام میں زندگی کے تمام شعبوں کے لئے ہدایات دی گئی ہیں، اور آدمی اسی وقت مومن کامل کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے جبکہ وہ ان تمام ہدایات اور اصولوں کے مطابق زندگی ڈھالے، جبکہ ہندوستان سمیت اس طرح کے تمام ممالک کی بنیاد سیکولرزم پر ہے، اسلام میں حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، ہر چیز میں اسی کا حکم نافذ کرنا ضروری ہے، جبکہ ان ممالک میں طاقت کا سرچشمہ جمہور ہیں اور پارلیمنٹ اکثریت کے بل بوتے پر کوئی بھی قانون پاس کرسکتی ہے، اس طرح اس نظام میں شرکت کرنا گویا ایک طرح سے اس نظام کو قبول کرلینا ہے جس کو ظاہر بات ہے کہ اسلامی شریعت کی رو سے جائز نہیں

قرار دیا جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان اور اس کی طرح کے دوسرے ممالک میں مسلمانوں کے تین الگ طرح کے نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کے تین نقطۂ نظر

1- ملک کے جمہوری اور سیکولر نظام کے تحت سیاسی معاملات میں دوسرے برادران وطن کی طرح کلی شرکت 2- سیاسی عمل سے مکمل اجتناب 3- کچھ تحفظات کے ساتھ شرکت۔

ان میں سے پہلا گروہ اکثریت میں ہے، پھر اس گروہ کی اکثریت دین و دنیا کی تفریق سے متعلق زہریلے پروپیگنڈے سے متاثر ہے، یہ اکثریت اپنے موقف کے لئے کسی شرعی دلیل کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتی، بلکہ عام طور سے ان کا ذہن بھی اس طرف نہیں جاتا۔

دوسرے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ جمہوری اور پارلیمانی نظام میں قوانین وضع کرنے کا اختیار پارلیمنٹ کے پاس ہوتا ہے، جبکہ اسلام میں شارع حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے، غیر اللہ میں سے کسی کو بھی اس طرح کا اختیار تفویض کرنا شرک ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّ الْحُكْمُ اِلَّا اللّٰه" (سورۂ یوسف) حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کی۔

اور تیسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اس طرح کی صورتحال میں مسلمان اگر اپنا اصل میدان سیاست بنائیں گے تو وہ غیروں کے مدمقابل سمجھے جائیں گے اور اقلیت میں ہونے کے سبب بجائے فائدہ کے نقصان اٹھائیں گے۔

لہٰذا ان کو اپنا اصل میدان تو تعلیم، تجارت، صنعت اور فلاحی کاموں کو بنانا چاہئے، سیاست میں ان کا صرف اتنا حصہ ہونا چاہئے جتنا شرعاً ضرورت حاجت کے

دائرہ میں آتا ہو اور جو اصل میدان کے لئے معاون اور ناگزیر ہو۔ حکمت و مصلحت تقاضائے وقت اور تغیراتِ زمانہ پر غور کرنے کے بعد یہی گروہ اقرب الی الحق معلوم ہوتا ہے، اور اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

الف: اسلامی حکومت کا قیام فی الوقت ناممکن ہے۔

ب: دنیا کے حالات کچھ ایسے ہیں کہ مسلم ممالک کی طرف ہجرت بھی اجتماعی طور سے ناممکن ہے۔

ج: سیاست سے مکمل اجتناب اسلام دشمن لابی کو مضبوط کردے گا اور اس صورت میں تبلیغی و تعلیمی مساعی کا جاری رکھنا بھی ناممکن ہوگا۔

و: حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں خزانوں کی نگرانی قبول کرنے کی پیش کش کی تھی اور قبول بھی کرلی تھی، جبکہ وہاں کی اصل حکومت مشرکین کے پاس تھی۔

لہٰذا انتخابی عمل میں شرکت کرنا جائز ہے، ووٹ دینا بھی اور نمائندہ بننا بھی، البتہ ووٹ دینا ایک طرح کی شہادت ہے کہ فلاں شخص میرے نزدیک نمائندگی کا سب سے زیادہ مستحق ہے، لہٰذا ووٹ دینے سے پہلے اچھی طرح جائزہ لے لیا جائے کہ ہم جس کو ووٹ دینے جارہے ہیں اس کے اندر نمائندہ بننے کی قابلیت کے ساتھ ساتھ امانتداری کا وصف بھی پایا جارہا ہو، وہ دوسروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید ہو۔

اس معاملہ میں ضروری ہوگا کہ دوستی، قرابت داری علاقائیت نیز برادری اور ذاتی مفاد کو ترک کردیا جائے، ورنہ وہ جھوٹی شہادت کا مرتکب ہوگا جس کو صحیح احادیث میں سب سے بڑا گناہ کہا گیا ہے اور اس کا شمار شرک کے ساتھ کیا گیا ہے۔ نمائندہ بننا ہو تو یہ شرط ہوگی کہ وہ "حفیظ علیم" ہو یعنی اپنے بارے میں پورا اعتماد ہو کہ اپنی ذمہ داری پر

پوری قدرت رکھتا ہے،قوم کا بھر پور دفاع کرسکتا ہے اور امانت دار ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلائے اور ملک وملت کی صحیح صحیح خدمت اور حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین یارب العالمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆☆☆

786 کی شرعی حیثیت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ۝ اِنَّه مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّه بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم .اَلَّا تعلُوْا عليَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

ابتداء ہے اس خدا کے نام سے جو ہے احد
جس کے الطاف وکرم کی کوئی وسعت ہے نہ حد

معزز سامعین کرام وحاضرین اجلاس اور پردہ نشین خواتین!

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت رہتا ہے۔(معارف) آقائے مدنی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ کہو، چراغ گل کرو تو بسم اللہ کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ کہو، کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترنے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کی ہدایات قرآن وحدیث میں بار بار آئی ہیں۔(قرطبی)

ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کرنے کی حکمت

اسلام نے ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کی ہدایت دے کر انسان کی پوری زندگی کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیا ہے کہ وہ قدم قدم پر اس حلف وناداری کی تجدید کرتا رہے کہ میرا وجود اور میرا کوئی کام بغیر اللہ تعالیٰ کی مشیّت وارادے اور اس کی امداد کے نہیں ہوسکتا جس نے اس (مسلمان) کی ہر نقل اور حرکت کو اور تمام معاشی ودنیوی کاموں کو بھی ایک عبادت بنادیا۔

عمل کتنا مختصر ہے کہ نہ اس میں کوئی وقت خرچ ہوتا ہے نہ محنت، اور فائدہ کتنا کیمیاوی اور بڑا ہے کہ دنیا بھی بن گئی دین بھی۔ ایک کافر بھی کھاتا پیتا ہے اور ایک مسلمان بھی۔ مگر مسلمان اپنے لقمہ سے پہلے بسم اللہ کہہ کر اقرار کرتا ہے کہ یہ لقمہ زمین سے پیدا ہونے سے لے کر پک کر تیار ہونے تک، آسمان وزمین ستاروں اور ہواؤں ، فضائی مخلوقات کی حرکتیں، پھر لاکھوں انسانوں کی محنت صرف ہوکر تیار ہوا ہے اس کا حاصل کرنا میرے بس میں نہیں تھا۔ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے ان تمام مراحل سے گذار کر یہ لقمہ یا گھونٹ مجھے عطا فرمایا ہے۔ مومن وکافر دونوں سوتے جاگتے ہیں چلتے پھرتے ہیں، مگر ہر مومن سونے سے پہلے اور بیدار ہونے کے وقت اللہ کا نام لے کر اللہ کے ساتھ اسی طرح رابطے کی تجدید کرتا ہے جس سے یہ تمام دنیاوی اور معاشی ضرورتیں ذکر خدا بن کر عبادت میں لکھی جاتی ہیں، سواری کا پیدا کرنا یا مہیا کرنا پھر اس کو قبضے میں دیدینا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔

اللہ رب العزت ہی کا بنایا ہوا نظام محکم ہے کہ کہیں کی لکڑی کہیں کا لوہا، کہیں کی مختلف دھاتیں، کہیں کے کاری گر، کہیں کے چلانے والے، سب کے سب میری خدمت میں لگے ہوئے ہیں چند پیسے خرچ کرنے سے اتنی بڑی خلق خدا کی محنت کو ہم

اپنے کام میں لاسکتے ہیں دس پیسے بھی ہم اپنے ساتھ کہیں سے نہیں لائے تھے۔ بلکہ اس کے حاصل کرنے کے تمام اسباب بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔

غور کیجئے کہ اسلام کی صرف ایک مختصر سی تعلیم نے انسان کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ بسم اللہ ایک نسخۂ اکسیر ہے جس سے تانبے کا نہیں بلکہ خاک کا سونا بنتا ہے۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَتَعْلِیْمَاتِهٖ.

حضور ﷺ خط کے شروع میں کیا لکھتے تھے

زمانہ جاہلیت میں کفار کی عادت تھی کہ وہ اپنے کاموں کو بتوں کے نام سے شروع کیا کرتے تھے اس رسم جاہلیت کو مٹانے کیلئے قرآن کی سب سے پہلی آیت جو حضرت جبرئیلؑ لے کر آئے اس میں قرآن کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا۔ فرمایا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ. علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے فرمایا کہ قرآن کے سوا تمام دوسری آسمانی کتابیں بھی بسم اللہ سے شروع کی گئی ہیں۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن اور امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ دونوں قول کی تطبیق یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع کرنا تو تمام آسمانی کتابوں میں مشترک ہے، مگر الفاظ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابتداء میں ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کے لئے بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ کہتے اور لکھتے تھے۔ جب آیت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوگئی تو انہیں الفاظ کو اختیار فرمالیا۔ اور ہمیشہ کے لئے یہ سنت جاری ہوگئی۔ (قرطبی روح المعانی) قرآن کریم میں جابجا اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کیا جائے۔ (معارف القرآن)

مندرجہ حقائق سے معلوم ہوا کہ 786 کا لکھنا حضور ﷺ کی ذات سے ثابت نہیں ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا خط ملکۂ سبا کے نام

دوستو بزرگو! اب تک آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع فرمایا کرتے تھے اور جب خطوط لکھتے تو بھی اللہ کے نام سے شروع کرتے 786 کے عدد کا استعمال نہیں ملتا، چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے جب ملکۂ سبا کو ایمان کی دعوت دی، مشرکانہ عقائد سے توبہ کرنے اور ایک خدائے وحدہ لاشریک لہٗ سے ناطہ جوڑنے کیلئے خط تحریر فرمایا تو اس کی ابتداء میں بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم تحریر فرمائی جس کو قرآن نے اپنے خاص انداز میں اس طرح بیان فرمایا:

قالتْ یا أیها الملؤُ اِنِّی اُلقِیَ الیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ. اِنَّه مِنْ سُلَیْمَانَ وانَّه بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. الاَ تعلوْا علیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ.

کہنے لگی اے درباروالو! میرے پاس ڈالا گیا ہے ایک خط عزت کا، وہ خط ہے سلیمان کی طرف سے اور وہ یہ ہے شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے، کہ زور نہ کرو میرے مقابلہ میں اور چلے آؤ میرے سامنے حکم بردار ہو کر۔ (نمل)

پس معلوم ہوا کہ مسلمان خواہ مسلمان کو خط لکھے یا کسی کافر اور مشرک کو اللہ کے نام اور خصوصاً بسم اللہ سے خط شروع کرے انبیاءؑ کا طریقہ یہی ہے کہ تبلیغ دین اور دعوتِ اسلام کیلئے مشرکین اور کفار کو جو خطوط لکھے گئے وہ بسم اللہ سے ہی شروع کئے گئے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کو جو خطوط لکھے جائیں ان میں بسم اللہ کا لکھنا جائز ہے۔

خطوط نویسی کے چند آداب

نوجوانانِ اسلام! قرآن کریم نے انسانی زندگی کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا جس پر ہدایت نہ دی ہو، خط وکتابت اور مراسلت کے ذریعہ باہمی گفت وشنید بھی انسان کی اہم ضروریات میں داخل ہے۔ سورۃ النمل میں حضرت سلیمانؑ کا مکتوب بنام ملکۂ سبا (بلقیس) پورا کا پورا نقل فرمایا گیا یہ ایک پیغمبر و رسولؑ کا خط ہے۔ اور قرآن کریم نے اس کو بطور استحسان کے نقل کیا ہے اس لئے اس خط میں جو ہدایات خط وکتاب کے معاملہ میں پائی جاتی ہیں وہ مسلمانوں کیلئے بھی قابل اتباع ہیں۔

کاتب اپنا نام پہلے لکھے پھر مکتوب الیہ کا

بہرحال! ملکۂ سبا کو لکھے گئے خط سے معلوم ہوا کہ خط کو حضرت سلیمانؑ نے اپنے نام سے شروع کیا۔ مکتوب الیہ کا نام کس طرح لکھا قرآن کریم کے الفاظ میں وہ مذکور نہیں ہے مگر اتنی بات اس سے معلوم ہوتی ہے کہ خط لکھنے والے کیلئے سنت انبیاء یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنا نام لکھے، جس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً خط پڑھنے سے پہلے ہی مکتوب الیہ کے علم میں آجائے کہ میں کس کا خط پڑھ رہا ہوں۔ تاکہ وہ اسی ماحول میں خط کو پڑھے اور غور کرے مخاطب کو یہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے کہ کاتب کا نام خط میں تلاش کرے کہ کس کا خط ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ حضرت رسول کریم ﷺ کے مکاتب مبارکہ جتنے منقول اور شائع شدہ عالم میں موجود ہیں ان سب میں بھی آپ ﷺ نے یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ. چنانچہ حضرات صحابہ کرام کا عمل یہی رہا ہے اتباع نبوی ﷺ کو ادب پر مقدم رکھ کر خود آنحضرت ﷺ کو جو خطوط لکھے ان میں بھی اپنے نام کو مقدم لکھا ہے۔ روح المعانی میں بحر محیط کے حوالے سے حضرت انسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تو کوئی انسان قابل تعظیم نہیں مگر صحابہ کرام جب بھی آپ کو خط لکھتے تو اپنا نام شروع میں لکھا کرتے تھے اور علامہ حضرمی کا خط جو حضور ﷺ کے نام معروف ہے وہ اس پر شاہد ہے۔ (معارف القرآن)

یہاں تک آپ نے خطوط کے اجمالی آداب ملاحظہ فرمائے۔ جن سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ خطوط کس طرح لکھے جانے چاہئیں اور ان کے اسلامی آداب وروایات کیا ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ 786 کا لکھنا کسی نبی یا کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔

خط پر مہر لگانا بھی انبیاءؑ کی سنت ہے

کتابٌ کریمٌ کی تفسیر حضرت ابن عباس، قتادہ زہیرہ وغیرہ نے کتاب مختوم سے کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ نے خط پر اپنی مہر ثبت فرمائی تھی۔ ہمارے آقا مدنی ﷺ کو جب عجمی بادشاہوں کی یہ عادت معلوم ہوئی کہ جس خط پر مہر نہ ہو وہ اس کو نہیں پڑھتے۔ تو آنحضرت ﷺ نے بھی بادشاہوں کے خطوط کیلئے مہر بنوائی اور قیصر وکسریٰ کو جو خطوط تحریر فرمائے ان پر مہر ثبت فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ خط پر مہر لگانا مکتوب الیہ کا بھی اکرام ہے اور اپنے خط کا بھی۔ آج کل عادت خط کو لفافہ میں بند کر کے بھیجنے کی ہوگئی ہے یہ بھی مہر کے قائم مقام ہے۔ جس جگہ مکتوب الیہ کا اکرام منظور ہے۔ کھلا خط بھیجنے کے بجائے لفافہ میں بند کر کے بھیجنا اَقْرَبُ اِلٰی السُّنَّۃُ ہے۔ (معارف القرآن)

کافر یا مشرک کو خط لکھتے وقت بسم اللہ لکھنا جائز ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سباء کو لکھے گئے خط میں بسم اللہ لکھی۔ حالانکہ وہ اس وقت مسلمان نہیں تھی۔ معلوم ہوا ایسا کرنا جائز ہے۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے جو خطوط ملک عجم کو لکھے ہیں ان میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم لکھی ہے اور بعض خطوط میں آیات قرآنی بھی لکھی ہیں۔ وجہ در اصل یہ ہے کہ قرآنِ کریم کا کسی کافر کے ہاتھ میں (جب تک وہ ہاتھوں کو اچھی طرح نہ دھولے یا وضو یا غسل نہ کرلے) دینا جائز نہیں۔ لیکن کوئی ایسی کتاب یا کاغذ جس میں کسی مضمون کے ضمن میں کوئی آیت آگئی ہے وہ عرف میں قرآن کی نیت سے نہیں لکھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا حکم بھی قرآن کا حکم نہیں ہوگا وہ کسی کافر کے ہاتھ میں بھی دے سکتے ہیں اور بے وضو کے ہاتھ میں بھی۔ (عالمگیری کتاب الحظر والاباحۃ)

اب میں آپ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لکھے گئے خطوط (جن کی کتابت خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمائی تھی) کا ترجمہ پیش کرتا ہوں، جن سے آپ کو بخوبی علم ہوجائے گا کہ خط کے شروع ہی میں آپ ﷺ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ لکھواتے نا کہ 786۔

آپ ﷺ کا دعوتی پیغام منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے منذر بن ساویٰ کے نام سلام علیک۔ میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، بعد ازاں میں تمہیں اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں، جو نصیحت قبول کرتا ہے، وہ خود اپنے ہی بھلے کیلئے نصیحت قبول کرتا ہے، جو میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کی ہدایت کی پیروی کرے گا، اس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کی خیر خواہی کی اس نے فی الواقع میری خیر خواہی کی، میرے قاصدوں نے تمہاری بہتر تعریف کی ہے، میں تم سے تمہاری قوم کے بارے

میں سفارش کرتا ہوں، مسلمانوں کو اس پر چھوڑ دو جو انہوں نے قبول کیا ہے، خطا کاروں کو میں نے معاف کیا، لہٰذا تم بھی ان کے معاملے میں درگزر سے کام لو، جب تک اصلاح کا کام کرتے رہو گے ہم تمہیں تمہارے عمل سے معزول نہ کریں گے، جو لوگ یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہیں ان پر جزیہ واجب ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

رسول اکرم ﷺ کا دعوتی پیغام نجاشی، شاہ حبش رضی اللہ عنہ کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حبش کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے نام سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے، اما بعد! میں اس خدا کی حمد تمہارے سامنے کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود، وہ بادشاہ ہے، نہایت مقدس سراسر سلامتی، امن دینے والا نگہبان، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم بتول پاکدامن کی طرف ڈالا تھا۔ عیسیٰ اس کی روح اور پھونک سے حمل میں آئے، جس طرح آدم کو اس نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو واحد ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں اور اس دوستی اور باہمی اتحاد کی طرف دعوت دیتا ہوں جو اللہ کی اطاعت پر قائم ہوتا ہے۔ اگر میری اتباع کرتے ہو اور اس پر یقین کرتے ہو جس نے مجھے بھیجا ہے تو میں اللہ کا رسول ہوں، اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی دعوت دیتا ہوں میں تبلیغ و نصیحت کا فرض ادا کر چکا۔ اب نصیحت قبول کرو۔ پیروانِ ہدایت پر سلام ہو۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ.

آپ ﷺ کا دعوتی پیغام، ہرقل و کسریٰ شاہِ روم و فارس کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے ہرقل شاہ روم کے نام، اس پر سلامتی ہو جس نے راہِ راست اختیار کی، بعد ازاں، میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام اختیار کرو تمہیں سلامتی حاصل ہوگی، خدا تمہیں دوہرا اجر عطا کرے گا، لیکن اگر منہ موڑا تو ساری قوم اور اس کے گناہ کی ذمہ داری بھی تمہارے اوپر عائد ہوگی، اے اہل کتاب۔ آؤ ایک ایسی سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہے، وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی چیز کو اس کا شریک ٹھہرائیں، اور نہ ہم میں سے کوئی اللہ سے ہٹ کر کسی دوسرے کو اپنا رب بنائے۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے فارس کے بادشاہ کسریٰ کی طرف۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں دعوت الٰہی کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں سارے ہی انسانوں کی طرف بھیجا ہوا خدا کا رسول ہوں تا کہ جو بھی زندہ ہو اسے خوف دلاؤں اور کافروں پر بات ثابت ہو کر رہے۔ اسلام اختیار کرو سلامت رہو گے۔ لیکن اگر انکار کیا تو تمام مجوس (زرتشی قوم) کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

حروف تہجی کے اعتبار سے بسم اللہ کے اعداد

دوستو! سب سے پہلے تو اس پر غور کرنا چاہئے کہ جب انبیاء علیہم السلام بشمول خاتم الانبیاء رسول مقبول ﷺ نے کبھی 786 نہیں لکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں لکھا۔ تابعین تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم نے نہیں لکھا تو پھر یہ سات سو چھیاسی نے بسم اللہ کی جگہ کب، کیوں اور کیسے لی؟ اس کا صحیح جواب تو شاید ہی کوئی دے سکے۔ لیکن گمان یہ

ہے کہ بعض لوگوں نے اس نیت سے اس کو ایجاد کیا ہو کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم لکھنے کی صورت میں بسا اوقات بے ادبی کا اندیشہ ہوتا ہے، بعض مرتبہ خصوصاً اخبارات، پوسٹروں او ربعض مرتبہ تعویذات وغیرہ کے کاغذوں کی حفاظت نہیں ہو پاتی، قرآن کریم کی بہت سی سورتوں کے اعداد کو بھی جمع کر کے مختلف قسم کے تعویزات میں ان کا استعمال کیا جارہا ہے اور جو سورتوں کے اعداد کو تعویذات میں استعمال کرتے ہیں، بسم اللہ کی جگہ اس کے اعداد (786) کا بھی استعمال کرتے ہیں۔

786 کے اعداد کو استعمال کرنے والوں کو یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ صرف ان اعداد کے استعمال سے سنت کی ادائیگی نہیں ہوتی، اور صرف اس پر اکتفا ایک دھوکہ ہے کہ بسم اللہ لکھتے وقت، زبان سے قلم سے، دماغ سے، اللہ کی یاد اور وحدانیت کا جو جذبہ ابھرتا ہے وہ 786 لکھتے وقت نہیں ہوسکتا ۔ چنانچہ 786 ایک رسم محض ہے نہ اس کے لکھنے پر ثواب ہے اور نہ ہی زبان سے تجدید ایمان ہے۔ لوگوں نے معاشرہ میں 786 کو اس طرح داخل کر دیا کہ اس کو لکھو تو گویا بسم اللہ ہی لکھدی، یہ ایک دھوکہ اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔

حدیث شریف میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم سے کام کی ابتداء کرنا سنت معلوم ہو گیا ہے۔ تو تحریر کے شروع میں بھی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم لکھی جائے، اس کے بعد اس علامت کے طور پر کہ تحریر لکھنے والے نے یہ تحریر بسم اللہ سے شروع کی ہے۔ 786 لکھ دینے کی گنجائش ہے بعض بزرگوں وعلماء نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔

لیکن یہ بھی اسی صورت میں ہے جبکہ اس تحریر کی بے ادبی کا خوف ہو جیسے پوسٹر اور بعض خطوط کہ نالیوں تک میں گر جاتے اور پڑے رہتے ہیں اور اگر ایسا نہیں تو مومن کی شان یہ ہے کہ، بسم اللہ الخ پورا جملہ لکھے۔

یہ سمجھنا کہ صرف 786 لکھ دیا جائے اور بسم اللہ پڑھی ہی نہ جائے تب بھی سنت ادا ہو جاتی ہے قطعاً درست نہیں، 786 تو صرف اس کی علامت ہے کہ اسی تحریر کا آغاز بسم اللہ پڑھ کر ہوا ہے اور یہ علامت بھی ایک ضرورت کیوجہ سے اختیار کیجاتی ہے بلا ضرورت اصل کو چھوڑ کر علامت کو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں۔

786 کا استعمال کیسے جائز ہے؟

اعتراض: معلوم ہوا کہ ہری کرشنا کے نمبر بھی 786 ہیں اور عیسائی، پارسی، مجوسی یا کسی اور مذہب کے ماننے والے بھی اپنے اپنے مذہب اور عقیدے کی نسبت سے ان اعداد کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر بفرضِ محال ایسا نہ بھی ہو تو کم از کم ہندو حضرات تو استعمال کرتے ہی ہیں، تو پھر 786 کا استعمال کیسے جائز ہے؟ جبکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اب تک جو اہم نکات آپ کے سامنے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی خط یا مضمون کی ابتداء میں 786 کا لکھنا، نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ تابعین وائمہ اربعہ سے۔ بلکہ بعض بزرگوں کا اختیار کردہ عمل ہے۔

بسم اللہ کی فضیلت و برکت اور اس کا لکھنا مسلم ہے۔ نیز انبیاءؑ کی سنت ہے اس کے برخلاف صرف 786 پر اکتفا باعث برکت ہے اور نہ ہی باعث فضیلت ہے۔

بسم اللہ کے اعداد ہری کرشنا کے اعداد اگرچہ برابر برابر ہیں لیکن اگر 786 لکھا جاتا ہے اور نیت بسم اللہ کی علامت کی ہو تو صرف تشبہ ہے اس کو ناجائز نہ کہا جائے گا اور جو تشبہ ممنوع ہے وہ مشابہت نہیں۔

جو چیز حضور ﷺ یا آپ کے صحابہ سے ثابت نہیں ہے اور اس کو دین کا جز وسمجھا جاتا ہے یا جو چیز حضور ﷺ نے نہیں لکھی اور آج کا مسلمان اس کا لکھنا ثواب تصور کرے تو یہ کھلی بدعت ہے، اس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے البتہ صرف علامت کے طور پر گنجائش ہے جبکہ بسم اللہ سے عمل کو شروع کیا گیا ہو۔

ضروری نہیں کہ 786 صرف بسم اللہ کے اعداد ہوں

تاریخی نام نکالنے والے ماہرین اور وفاتِ تاریخ یا قطعات تاریخ کے نکالنے والے ماہرین یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ بہت سے الفاظ ایسے موجود ہیں جن کے اعداد 786 ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ضروری نہیں کہ صرف بسم اللہ ہی کے اعداد سات سو چھیاسی ہوں۔ کسی دوسرے الفاظ یا جملے کے بھی یہ اعداد نکل سکتے ہیں۔ مثلاً 786 ہری کرشنا کے بھی اعداد ہیں۔

ہ	ر	ی	ک	ر	ش	ن	ا	
5	+200	+10	+20	+200	+300	+50	+1	786

یہی وجہ ہے کہ بعض پڑھے لکھے ہندو بھی اپنی تحریروں میں 786 کا استعمال کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ لکھنے والا ہری کرشنا کو بھگوان مانتا ہے۔ لیکن مسلمان صرف اسی پر اکتفا نہ کریں بلکہ بسم اللہ پڑھ کر ضرورت وعلامت کے طور پر اس کو لکھیں تو ان کی نیت ہی کا لحاظ ہوگا۔ اگر چہ یہ اعداد کسی دوسرے نام کے بھی ہوں لیکن پھر بھی مخالفت نہ ہوگی۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ

اسلامی شعار اور تمام انبیاءؑ کی سنت ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَفْشُوْا السَّلاَمَ بَيْنَكُمْ تَحَابُّوْا● صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

روشِ مغربی ہے مدِّ نظر
وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گناہ

آپس میں سلام کو پھیلاؤ محبت پیدا ہوگی۔ محترم حضرات سامعین اور عزیز طلباء! نبی اکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ ''مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ''۔

میری امت کے فساد اور بگاڑ کے زمانہ میں جس نے میری سنت کو لازم پکڑا تو اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ آج کے اس پر فساد دور میں جبکہ ہر چہار طرف سے اسلام پر یلغار ہو رہی ہے احکام اسلام اور پیغمبر اسلام کی سنتوں سے منہ موڑا جا رہا ہے ایسے میں ہمارے اوپر زیادہ ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی چھوٹی چھوٹی سنتوں پر بھی مضبوطی سے عمل پیرا ہوں اور جو شعائر اسلام کی نشانیاں کہی جاتی ہیں ان کو تو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں، انہیں شعائر اور نشانیوں میں سے سلام بھی ہے دنیا کے اندر جتنے بھی مذاہب ہیں ہر مذہب میں آپسی ملاقات کے وقت کوئی نہ کوئی طریقہ اور رواج ہے کسی کے یہاں نمستے اور نمسکار، تو کہیں جے رام جی کی، تو کہیں جے سیارام، تو کہیں آداب، اسی طرح سے کہیں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں تو کہیں پاؤں پر گرتے ہیں تو کہیں ہاتھ اٹھا کر پیشانی پر رکھ کر سلام کرتے ہیں اور آپس میں محبت کا ثبوت دیتے ہیں لیکن اسلام جو اللہ کا پسندیدہ مذہب ہے اور کامل ومکمل ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً ۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو یعنی دین اسلام کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا اور اسلام کے علاوہ سارے مذاہب باطل اور مردود ہیں اور کوئی دین اللہ کے یہاں قبول نہیں سوائے دین اسلام کے۔

اسلام ہی دینِ کامل ہے

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلُ مِنْهُ.

جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو ہرگز اس کی طرف سے یہ دین قبول نہ کیا جائے گا لہٰذا اس وقت جس دین پر چل کر نجات مل سکتی ہے وہ

صرف اور صرف دین اسلام ہے نہ کہ کوئی اور دین۔ یہی دین کامل ومکمل اور فلاح وکامیابی کا ضامن اور کفیل ہے۔ اسلام کی ہر چیز سند کے ساتھ ثابت ہے اور یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے، نہ کہ کسی اور مذہب کو خواہ وہ اسلام سے پہلے کے مذاہب ہوں جو کہ آسمانی اور اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں خواہ وہ اسلام کے بعد کے مذاہب ہوں جو کہ غیر آسمانی ہیں اور غلط ہیں۔ اب یہ ہمارے سوچنے کی چیز ہے کہ جب اللہ نے ہم کو یہ عظیم مذہب عطا کیا ہے تو ہم اس کی کیا قدر کرتے ہیں؟ کہاں تک اس کے حکموں کو مانتے ہیں؟

سلام سے محبت پیدا ہوتی ہے

میں نے خطبہ کے شروع ایک حدیث شریف پڑھی اَفْشُوْ السَّلَامُ بَیْنَکُمْ تَحَابُوْا ۔ آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور رواج دو تو آپس میں محبت پیدا ہوگی ہمیں اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے کیا ہم اس حدیث پر عمل پیرا ہیں اور مسلمانوں سے جس سے جان پہچان نہ ہو سلام کرتے ہیں نہیں کرتے ہیں آپ ﷺ تو ارشاد فرما رہے ہیں: ”آپس میں سلام کو پھیلاؤ، آپس سے مراد مسلمان ہیں خواہ ان کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو بس اتنا معلوم ہونا چاہئے کہ وہ مسلمان ہے، کیونکہ سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے ”اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ“ سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اسی طرح صادق ومصدوق ﷺ کا مبارک ارشاد ہے اَلْمُسْلِمُ اَخِیُ الْمُسْلِمُ. مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اسلئے ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہئے خواہ جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ”اَفْشُوْ السَّلَامُ کَیْ تَعْلَوْ“، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سلام کو خوب پھیلاؤ تا کہ تم بلند ہو جاؤ!“

دیگر مذاہب کے سلام

مشاہدہ ہے کہ ہر مذہب وملت کے لوگ جب ملتے ہیں تو اظہار مطلب کے لئے کچھ کلمات کہا کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ ملک اور قومیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں جو اپنے آپ کو تمام دنیا سے بہتر اور مہذب مانتی ہیں، سلام کے بعض طریقے تو مذہبی ہیں مگر اکثر لوگوں کے ایجاد کردہ ہیں، سناتن دھرم پرانے ہندوؤں کا رواج ہے کہ وہ وقت ملاقات رام رام یا جے ہری اور پنجاب کے ہندو پاؤں پڑ کے کہا کرتے ہیں، آریہ سماج والے لوگ ملتے وقت نمستے کہا کرتے ہیں، جس کے معنی ہیں تیری تعظیم کرتا ہوں، سکھوں کا سلام ملتے وقت واہ گرو جی کی فتح کہنا مذہبی طریقہ سمجھا جاتا ہے، عیسائیوں میں مختلف طریقے پائے جاتے ہیں، ایک تو یہ کہ ملتے وقت ٹوپی اتار لیتے ہیں اور زبان سے کچھ نہیں کہتے، یہ رواج اکثر انگریزوں میں ہے، دوسرا طریقہ ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے ہیں، اور تکمیل اس کی مصافحہ سے ہوتی ہے، تیسرا طریقہ یہ ہے کہ منہ سے گڈ مارننگ کہتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تمہاری صبح اچھی ہو، جس سے غالبًا ایک تقابل ہوتا ہے کہ زمانہ موافق رہے عجب نہیں کہ یہی طریقہ عیسائیوں کا مذہبی ہو، اسلام کا مذہبی طریقۂ سلام، ملتے وقت ''السلام علیکم'' کہنا ہے، جس کے معنی ہیں کہ تم پر ہر طرح کی سلامتی ہمیشہ رہے، یہ اسلامی شعار ہے اور یہی ہر مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیئے، اگر عقل مند انسان اور سلیم الفطرت آدمی ان تمام طریقوں پر غور کرے تو اسے اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ اسلام کا سلام دوسرے مذہب والوں کے سلام پر ترجیح رکھتا ہے، مگر افسوس مسلمان پرواہ نہیں کرتے اور اسلامی طریقہ چھوڑ کر اندھا دھند دوسروں کی تقلید کرنے لگتے ہیں، اور تماشہ یہ کہ پھر اتراتے بھی ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں اور ہم بڑے مہذب آدمی ہیں۔

ہم نے غیروں کا طریقہ اپنالیا ہے

نبی اکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے۔ **خَالِفُوْ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی.** یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرو۔ ایک موقع پر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر اہل کتاب راستے میں سامنے آجائیں تو تم راستہ ان کو مت دو بلکہ انہیں کو مجبور کرو راستہ تبدیل کرنے پر۔ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''**مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ**'' جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ اسی میں سے ہوگا۔ آپ علیہ السلام تو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرنے پر اتنی سخت وعید بیان فرمارہے ہیں مگر ہم ہیں کہ کوئی فکر نہیں، ہم نے ہر چیز میں غیروں کا طریقہ اختیار کرلیا۔ حتی کہ شعائر اسلام میں بھی غیروں کا طریقہ اختیار کرلیا ہے۔ سلام شعائر اسلام میں سے ہے مگر ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا جیسا کہ آج ایک رواج بن چکا ہے وہ غیروں کا طریقہ ہے اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے سلام کرو ''السلام علیکم اور جواب دینے والا ہمیشہ سلام سے بہتر جواب دے۔ یعنی وعلیکم السلام کے ساتھ ورحمۃ اللہ کا بھی اضافہ کرلے اور اگر سلام کرنے والا ورحمۃ اللہ کہے تو جواب دینے والا وبرکاتہ کا بھی اضافہ کرلے اور اگر سلام کرنے والا وبرکاتہٗ بھی کہے تو جواب دینے والا اس پر اضافہ نہ کرے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر چیز کی ایک حد ہے اور سلام کی حد برکاتہٗ ہے۔ برکاتہٗ پر اضافہ نہ کرے اور مصافحہ بھی کرے یہ بھی سنت ہے یعنی دونوں ہاتھ ملائے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بخاری جلد ثانی میں ایک حدیث مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا کیونکہ باب مفاعلت میں

مشارکت ہوتی ہے اور مکمل طور پر مشارکت یہی ہے کہ جیسا آپ ﷺ نے کیا یعنی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا ویسا ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی کیا یعنی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور جب بھی آپ مصافحہ کریں گے تو آپ کا ایک ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے بیچ ہوگا۔

السلام علیکم اسلام کی نشانی ہے

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا. (سورہ نساء) اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

حضور اکرم ﷺ نے ایک جماعت کو ایک قوم پر جہاد کے لئے بھیجا اس قوم میں ایک شخص مسلمان تھا جو اپنا مال واسباب اور مویشی ان میں سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہو گیا تھا، اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر السلام علیکم کہا مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر ہے، اپنی جان اور مال بچانے کی غرض سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اسلئے اس کو مار ڈالا اور اس کے مویشی اور اسباب کو لے لیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے السلام علیکم کو اسلام کی نشانی فرمایا ہے۔

جس طرح دیگر اقوام کی ایک نشانی ہوتی ہے اسی طرح اسلامی شعار سلام ہے۔ ایک ضروری اور اہم بات کی طرف بھی متوجہ کرتا چلوں کہ جب آپ کسی سے سلام کرنا چاہتے ہوں (اور ضرور کریں) اور وہ شخص دور ہو آپ کی آواز نہیں پہونچ سکتی ہے تو آپ زبان سے بھی سلام کریں اور ہاتھ اٹھا کر اشارہ کریں صرف ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا اور زبان سے کچھ نہ کہنا غیروں کا طریقہ ہے اللہ غیروں کے طور طریقہ سے بچائے۔ آمین!

سلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ کلام ہے

شب معراج میں رسول کریم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ سے گذرنے کے بعد بارگاہ خداوندی میں ہدیہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ (تمام قولی عبادتیں، تمام فعلی عبادتیں، تمام مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں) پیش کیا تو حق تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کی قبولیت ہوئی اور اس کے جواب میں ارشاد ہوا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ'' سلام ہے آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو بھی اس فضیلت میں شامل کرنے کیلئے فرمایا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ'' سلام ہے ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر۔

حضرت جبرئیل اور مقرب فرشتوں نے یہ سن کر کہا۔ '' اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ '' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

یہ چیز چونکہ بارگاہ خداوندی میں بہت مقبول اور پسندیدہ تھی اس لئے یادگار کے طور پر اس کو نماز میں ہمیشہ کیلئے پڑھنے کا حکم دیا گیا جیسا کہ حج میں دوڑنے کا عمل حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی یاد میں، اور منیٰ کا عمل حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں ہمیشہ کیلئے باقی رکھا گیا۔

جب سلام کی اہمیت اتنی زیادہ ہے تو ہم اپنے اوپر لازم اور ضروری سمجھیں کہ ہر شناسا و غیر شناسا سے سلام کریں اور اسلام کی اس عظیم سنت کو زندہ و پائندہ رکھیں۔

جنت کی سب سے بڑی نعمت دیدارِ الٰہی وسلامِ الٰہی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جنتی اپنی نعمتوں میں ہوں گے، اچانک اوپر سے ایک نور روشن ہوگا وہ سروں کو اوپر اٹھائیں گے اچانک کیا دیکھیں گے کہ ان کے اوپر پروردگار عالم (حق جل مجدہ) ہیں ان حضرات کے دیکھنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ" اے اہل جنت تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ نے اسی کو قرآن کریم میں بیان فرمایا "سَلَامٌ قَوْلاً مِن رَّبٍّ رَّحِیْم" (سورہ یٰسین) ان کو پروردگار کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اب اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے کہ اللہ جل شانہ اپنی مخلوق کو سلام کریں گے اور جنت کے اندر سب سے بڑی نعمت دیدارِ الٰہی ہے اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلام کرنا بہت بڑی نعمت ہوگی جس کے ہوتے ہوئے ساری نعمتیں ہیچ ہوں گی۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ سے سلام کرنے کا اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ اگر راستہ چلتے چلتے کوئی درخت وغیرہ آڑے آجاتا تھا تو آپ ﷺ سے سلام کرتے تھے۔ آج آپ ﷺ کی سنتوں سے اتنی دوری ہوگئی ہمارا حال یہ ہے کہ گھر میں دسیوں مرتبہ داخل ہوتے ہیں مگر سلام کی توفیق نہیں ہوتی۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ جو اپنے محارم ابدیہ ہیں جیسے ماں، بہن، بھانجی وغیرہ ان سے مصافحہ بھی کریں اگر مصافحہ نہیں کرتے تو کم از کم زبان سے سلام تو ضرور کرلیا کریں۔ اور اپنی بیوی کو سلام بھی کریں مصافحہ بھی کریں اور معانقہ بھی کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اہل جنت کو فرشتوں کا سلام

"حَتّٰی اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ" (سورہ زمر)

یہاں تک کہ جب جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے (پہلے سے) کھلے ہوئے ہوں گے، تاکہ ذرا بھی دیر نہ لگے اور وہاں محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزے میں رہے، سو اس (جنت) میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہوجاؤ۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

جس طرح مہمانوں کے لئے ان کی آمد سے پہلے مہمان خانہ کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے اسی طرح جنتی وہاں پہونچ کر جنت کے دروازے کھلے پائیں گے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابَ ان کے واسطے دروازے کھلے رکھے جائیں گے اور ہر جنتی اپنے اپنے گھر میں چلا جائے گا دروازہ کھلوانے کیلئے کسی کو آواز دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور نہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت پڑے گی کہ میرا گھر کون سا ہے؟

جنتیوں کے لئے بڑی خوشی کی بات ہوگی کہ فرشتے نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ کلمات سلام وثنا وغیرہ سے انکا استقبال کریں گے اور جنت میں رہنے کی بشارت سنائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت عطا فرمائے اور رب کی نعمتوں سے بہرور فرمائے سلام کے تعلق سے بہت فضائل ومناقب بیان ہوچکے اس لئے اب آئندہ اس کا ضرور خیال کریں کہ ہر مسلمان سے سلام کریں خواہ ہم اس کو پہنچانتے ہوں یا نہ پہچانتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو سلام کہنے کا حکم

نبی کریم ﷺ کو جن سے بڑھ کر کوئی بزرگی کا مدعی نہیں ہوسکتا، سلام کا حکم دیا گیا چنانچہ حدیث میں ہے کہ عتبہ بن شیبہ بن ربیعہ اور مطعم بن عدی وغیرہ سرداران قریش نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ غریب لوگ مثلاً بلال وعمار بن یاسر رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ کے پاس سے اٹھا دیئے جایا کریں تو ہم بیٹھا کریں گے اس وقت بعض صحابہ کی رائے ہوئی تھی کہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے لوگوں کو اٹھا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں تاکہ اسی طریقہ سے شاید یہ راہ راست پر آجائیں تب خدا تعالیٰ نے فرمایا اے خدا کے رسول: **وَاِذَا جَاءَ كَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ.** (سورۃ الانعام) اور جب آئیں تیرے پاس ہماری آیتوں کے ماننے والے تو کہہ دے تو سلام ہے تم پر (ترجمہ شیخ الہند) سورۃ صافات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابراہیم خلیل اللہ پر سلام: "**سلامٌ علی ابراهيم**"

اللہ کے نبی نوح علیہ السلام پر سلام "**سَلَامٌ عَلٰى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ**"

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر سلام "**سَلَامٌ عَلٰى مُوسٰى وَهَارُوْن**"

الیاس علیہ اسلام پر اللہ کا سلام: "**سَلَامٌ عَلٰى اٰلِ يَاسِيْنَ**"

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سلام کریں اور ہمارا یہ حال ہے کہ اپنے ہی جیسے انسانوں کو سلام نہیں کرسکتے؟ سلام کرنے سے محبت پیدا ہوتی ہے اور کینہ بغض وحسد دلوں سے دور ہوتا ہے۔

سلام کا جواب دینے کا طریقہ

خالق کائنات کا ارشاد ہے: "**وَاِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللهَ كَانَ كُلِّ شَئٍ حَسِيْباً**" (سورہ نساء)

اور جب تم کو کوئی (مشروع طور پر) سلام کرے تو تم اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لیں گے۔

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اچھے الفاظ میں سلام کرنے کی تفصیل ابن کثیر میں یہ بیان کی ہیکہ السلام علیکم کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا اضافہ اور السلاعلیکم ورحمۃ اللہ کے جواب میں وبرکاتہ کا اضافہ کردیا جائے لیکن اگر کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہےتو پھر اضافے کئے بغیر ان ہی الفاظ میں جواب دیا جائے۔

سلام کے الفاظ میں اضافے سے نیکیوں میں اضافہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے السلام علیکم کہا آپ نے ان کو سلام کا جواب دیا پھر وہ مجلس میں بیٹھ گئے آپ ﷺ نے فرمایا دس یعنی ان کے لئے اس سلام کی وجہ سے دس نیکیاں لکھی گئی ہیں، پھر ایک اور صاحب آئے اور انہوں نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا آپ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا پھر وہ صاحب بیٹھ گئے آپ ﷺ نے فرمایا بیس یعنی ان کیلئے بیس نیکیاں لکھی گئی ہیں، پھر ایک تیسرے صاحب آئے اور انہوں نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا آپ ﷺ نے فرمایا تیس یعنی ان کیلئے تیس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ (ابوداؤد)

سلام کو عام کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے

جب تک مومن نہ بن جاؤ اور تم اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک آپس میں محبت کا ماحول پیدا نہ کرو میں تمہیں ایک ایسا عمل ضرور بتلاؤں جب تم اس پر عمل کرو گے تو تمہارے درمیان محبت پیدا ہوگی وہ عمل یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کی خوب اشاعت کرتے رہو۔(ترمذی،مسلم)

سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سلام اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا ہے، لہٰذا اس کو آپس میں سلام یاد دلانے کی وجہ سے سلام کرنے والے کو اس قوم پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہوتی ہے اور اگر وہ جواب نہیں دیتے تو فرشتے جو انسانوں سے بہتر ہیں اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔(طبرانی)

صرف جان پہچان والوں کو سلام کرنا قیامت کی علامت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو صرف جان پہچان کی بنا پر سلام کرے۔(نہ کہ مسلمان ہونے کی بنیاد پر)۔(مسند احمد)

میرے عزیزو! سلام صرف مسلمان ہونے کی بنیاد پر کیا جائے نہ کہ دوستی اور تعلق کی بنیاد پر اور چھوٹے بڑے ہر ایک کو سلام کریں بڑے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ وہ تو چھوٹا ہے کیسے ہم اس کو سلام کریں؟ اللہ کے رسول ﷺ تو بچوں کو بھی سلام کرتے تھے۔

سلام اللہ تبارک وتعالیٰ کا مبارک نام ہے، شب معراج میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ سے خطاب فرما کر عزت کی

بلندیوں سے سرفراز فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو سلام کرنے کا حکم فرمایا آقائے مدنی ﷺ نے امت کو سلام کرنے کی ہدایت فرمائی جنت کے بالا خانوں میں بازاروں میں باغوں میں سلام سلام کی ہی آوازیں سنائی دیں گی۔

اہل جنت کو فرشتے سلام کریں گے۔سلام اسلام کی نشانی ہے۔سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔سلام نیکیوں میں اضافہ کا سبب ہے۔سلام برکت وبلندیوں کا ذریعہ ہے۔سلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ کلام ہے۔جنت کی بڑی نعمت دیدار الٰہی اور اللہ رب العزت کا اہل جنت کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ فرمانا ہے۔

سلام کی فضیلت اور اہمیت کے بارے میں ہمارے بزرگ منشی عبدالغفور صاحب نعمت پوری مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ:

سلام کے بارے میں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس کو کرو گے تو تم میں آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی سلام کو آپس میں پھیلاؤ یعنی خوب اس کی اشاعت کرو۔

سلام کرنے والے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں آپ نے فرشتوں کی ایک جماعت کو سلام کیا تھا۔

سلام کا جواب دینے والی سب سے پہلے فرشتوں کی یہی جماعت تھی۔

سلام ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی سنت ہے۔

سلام خدا کی دی ہوئی ایک نشانی ہے۔

سلام رسول اکرم ﷺ کا پیغام ہے۔

سلام اخلاص اور اخلاق کا ذریعہ ہے۔

سلام کرنا سنت کفایہ اور اس کا جواب دینا واجب کفایہ ہے۔

سلام باہمی دشمنی اور کدورت کو دور کرنے کا آلہ ہے۔

سلام قدرت کی طرف سے ملا ہوا بہترین تحفہ ہے۔

سلام ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لئے انمول ہدیہ ہے۔

سلام کثرت سے کرنا نیکی ہے۔

سلام ایمان وسادگی کی علامت ہے۔

سلام میں پہل کرنا فضیلت وسعادت ہے۔

سلام پہلے کرنا تواضع کی علامت ہے۔

سلام کرنا سنت مگر اس کا جواب دینا واجب ہے۔

سلام اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا وخوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

سلام کا زیادہ فائدہ سلام میں پہل کرنے والے کو ہوتا ہے۔

سلام کرنے میں جو بخل کرتا ہے وہ لوگوں میں سب سے بڑا کنجوس ہے۔

سلام بطریق مسنون ''السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ'' کرنا چاہئے۔

سلام کا جواب ''السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ'' سے دینا چاہئے۔

سلام کے ضروری مسائل، اسلامی سلام کے الفاظ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہیں

سوار پیدل چلنے والے کو، چلنے والا بیٹھنے والے کو، چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

گھر میں داخل ہوتے وقت بھی سلام کرے اس سے گھر میں برکت کا نزول ہوتا ہے۔ (رواہ الترمذی)

جب گھر میں کوئی نہ ہو تب بھی ان الفاظ کے ساتھ سلام کرے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ.

ایک مسلمان سے جب بھی ملاقات ہو تو سلام کرے۔ (ابوداؤد)

جواب میں سلام سنانا بھی ضروری ہے اگر قریب ہو تو آواز سے اور اگر دور ہو یا بہرہ ہو تو زبان کے ساتھ اشارہ سے بھی۔ (امداد الفتاویٰ)

اگر کوئی سلام بھیجے، سلام کہلوائے تو پہنچانے والے کو جواب میں کہے عَلَیْهِ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ.

اگر خط میں لکھا ہوا سلام پڑھے تو بھی جواب دینا ضروری ہے۔

ٹیلفون پر کلام کی ابتداء ہیلو کے بجائے سلام سے کرے اور اگر دوسرا سلام کر چکا ہے تو اس کو جواب دے۔ سلام کرنا مسنون ہے اور جواب دینا واجب ہے مگر اس مسئلہ میں سنت کا ثواب واجب سے بڑھا ہوا ہے۔

اگر کوئی السلام علیکم کہے تو جواب میں ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا اضافہ مستحب ہے۔

رام رام، نمستے، نمسکار، گڈ مارننگ اور اس طرح کے جو الفاظ غیر قوموں کے طرز وطریق اور شعار ہیں ان کا اختیار کرنا معصیت ہے، بدرجہ مجبوری اسکے بجائے ''آداب عرض ہے'' وغیرہ لفظ کا استعمال کرسکتا ہے۔

غیر مسلم اگر سلام کرے تو جواب میں هَدَاکَ اللّٰهُ کہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلام والی سنت پر عمل کرنے اور اس کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

شہادت کی تمنا ہر مومن کیلئے ضروری ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدَهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مَحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. يٰأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اَنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ● صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و زن سے پیدا کیا اور تم کو خاندان اور قبیلے والا بنایا تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

معزز حاضرین، بزرگو اور بھائیو! اسلام ایک امن پسند اور صلح و آشتی کا مذہب ہے جو مساوات اور جنس انسانی کو برابری کی تعلیم دیتا ہے ہمارا ملک ہندوستان جو ایک جمہوری ملک ہے آج فرقہ پرستی و انتہا پسندی اور دہشت گردی کا شکار ہوگیا آئے دن نئے نئے حوادثات پیش آتے رہتے ہیں اور ان حوادثات کو انجام دینے والی فرقہ پرست جماعتیں صرف مسلمانوں کو پھنسانے اور جیلوں میں ٹھونسنے میں لگی رہتی ہے۔ جس کے لئے نہ کسی ثبوت کی ضرورت ہے اور نہ گواہ کی، محض شبہ کی بنیاد پر ہی گرفتار کر لینا اور سالوں سال مقدمہ چلانا ایک عام بات ہوگئی۔ جبکہ دیگر اقوام دہشت گردی پھیلا رہی ہیں اور اس کے ٹھوس ثبوت بھی موجود ہوتے ہیں لیکن نہ ان پر کوئی مقدمہ چلتا ہے نہ گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوتا ہے بلکہ حکومت کی پشت پناہی بھی ان کو حاصل ہے، خواہ بابری مسجد کی شہادت کا روح فرسا واقعہ ہو یا 2001ء میں گجرات میں مسلم نسل کشی یا 2008 میں مالے گاؤں بم دھماکہ یا بنگلور و مکہ مسجد حیدر آباد کا بم بلاسٹ یہ سب فرقہ پرست جماعت او رحکومت کی دستگیری سے ہو رہا ہے جیسا کہ ہیمنٹ کرکرے کی تحقیق کے ذریعہ ساری پول کھل گئی جب فرقہ پرستوں نے دیکھا کہ اگر اسی طرح دہشت گردی کا پردہ فاش ہوتا رہا تو سب تخریب کا مجرمین کے کٹھرے میں آجائیں گے۔ اس لئے ہیمنت کرکرے اور اس کی ٹیم کو ہلاک کر کے پڑوسی ملکوں کو بدنام کرنا شروع کردیا اور اب بدلہ سارا مسلمانوں سے لیا جا رہا ہے اور دہشت گرد مسلمان قرار دیئے جا رہے ہیں ظلم و ستم کی انتہا ہوگئی۔ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهُ

حضرت عائشہؓ کی وصیت

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بدلہ دینے والے مت بنو یعنی یہ مت کہو کہ اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھی کریں گے اگر لوگ ہم پر ظلم

کریں گے تو ہم بھی کریں گے بلکہ اپنے نفس کو قابو میں رکھو، اگر اچھا سلوک کریں تو تم بھی اچھا سلوک کرو، اگر بدسلوکی کریں تو تم ظلم مت کرو۔‘‘ (ترمذی)

حضرت معاویہؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کو لکھا کہ مجھے چند وصیتیں لکھئے اور زیادہ مت لکھئے، انہوں نے لکھا: ’’آپ پر سلام ہو معلوم ہو کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی لے کر اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو تو اللہ اس کیلئے لوگوں کی تکالیف سے کافی ہو جائے گا۔ اور جو شخص اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طالب ہو تو اللہ اس کو لوگوں کے حوالے کر دے گا۔‘‘ والسلام علیکم۔‘‘ (ترمذی)

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ’’قیامت کے دن لوگوں میں سب سے بدترین مرتبہ اس شخص کا ہوگا جس نے دوسرے کی دنیا بنانے میں اپنی آخرت گنوائی ہوگی‘‘۔ (ابن ماجہ)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میرا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے پھر وہ زمانہ جو اس سے قریب ہے پھر وہ زمانہ جو اس سے قریب ہے پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ جھوٹ ظاہر ہو جائے گا یہاں تک کہ ایک شخص قسم کھائے گا جب کہ اس سے قسم کھانے کیلئے نہیں کہا جائے گا اور گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی نہیں طلب کی جائے گی، آج وہی زمانہ آ گیا ہے کہ جھوٹ دھوکا دھڑی، بے وفائی، بدعہدی عروج پر ہے اور جو شخص جتنا زیادہ جھوٹ بول جائے اسی کو انتہا ہی عقل مند جانا جاتا ہے اور ذرا بھی خیال نہیں کیا جاتا کہ ہماری اس طرفداری سے دوسروں کو تکلیف پہونچی اور ان پر ظلم ہوگا، جبکہ مظلوم کی آہ لینے سے حدیث میں روکا گیا ہے کیوں کہ اس کی آہ ظالم کو چشمِ زدن میں تباہ و برباد کر دیتی ہے، جب مظلوم کی آہ آسمان پر جاتی ہے تو آسمان والا ظالم کو مختلف قسم کی آفتوں،

بے چینیوں، مشکلات، مسائل اور مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے، اس لئے مظلوم کی بددعا سے بچنا چاہئے کیوں کہ جب وہ بددعا کرتا ہے تو قبولیت اس کا استقبال کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ’’مظلوم کی بددعا سے بچو کیوں کہ وہ اللہ پاک سے صرف اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ کسی صاحب حق کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا۔‘‘ (مشکوٰۃ)

ایک عبرت آموز واقعہ

مظلوم کی آہ سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہئے اس لئے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا، ایک شخص مچھلی کا شکار کر رہا تھا ایک سپاہی نے اس سے مچھلی مانگی اس مچھیرے نے دینے سے انکار کر دیا تو سپاہی نے زبردستی اس سے چھین لی جب گھر لے گیا تو مچھلی کا ایک کانٹا اس کے انگوٹھے میں چبھ گیا اور ایسی شدید تکلیف پیدا ہوئی کہ اسے ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا ڈاکٹر نے کہا یہ انگوٹھا کاٹنا پڑے گا نہیں تو پوری ہتھیلی خراب ہو جائے گی، چنانچہ انگوٹھا کاٹ دیا گیا پھر آگے درد شروع ہوا اور ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے کہا کہ گٹوں تک ہاتھ کٹوا دیجئے نہیں تو پورا ہاتھ خراب ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ اس کا پورا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر کسی اللہ والے نے پوچھا کہ کسی پر کوئی ظلم تو نہیں کیا ہے تو اس نے مچھلی کا واقعہ بتایا تو انہوں نے کہا کہ جا کر اس سے معافی مانگ لو نہیں تو ہلاک ہو جاؤ گے تو اس نے جا کر معافی مانگی تو اس کو نجات ملی اور مزید جسم خراب ہونے سے بچا۔

حضور ﷺ کی نصیحت

ایک غزوہ میں ایک عورت ہلاک ہوئی اس کی لاش دیکھ کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تم نے کیا کر ڈالا، یہ تو جنگ کرنے والوں کے ساتھ نہ تھی جاؤ خالد سے

کہہ دو کہ ذرّیت یعنی عورتوں اور بچوں اور معذوروں کو قتل نہ کرو۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے نزدیک انسانی خون کا اندازہ ہمیں فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کے واقعہ سے بھی بخوبی ہوتا ہے، مکہ حضور ﷺ کے جانی دشمنوں اور اسلام کے کٹر مخالفوں کا گڑھ تھا یہاں وہ لوگ آباد تھے جنہوں نے قدم قدم پر آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے، آپ کو اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں، آپ کو 3 سال تک شعبِ ابی طالب میں محصور رکھا آپ کے قتل کے منصوبے بنائے اور جب آپ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا مدینہ پر بار بار حملہ آور ہوئے جنگِ احد، جنگِ بدر، جنگ احزاب برپا کر کے آپ ﷺ کے متعدد جانثاروں کو شہید کر دیا اور آپ ﷺ کو بھی زخمی کر دیا۔ آپ ﷺ کے صحابہ ملک یمن وشام اور حبش گئے وہاں بھی ان کا پیچھا کیا فتح مکہ کے موقع پر آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی اوران کا کلیجہ چبانے والی ہندہ اور عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ کعب بن زبیر اور ان ہی جیسے سینکڑوں دشمنان اسلام شہر میں موجود تھے۔

حضور ﷺ کے ساتھ دس ہزار جانثار صحابہ کرام موجود تھے جو ایک اشارے پر مر مٹنے اور جان قربان کر دینے کے لئے تیار تھے اور مہاجرین صحابہ کرام پر ان ظالموں نے ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے مسلمانوں کے سینے پر دہکتے ہوئے کوئلے رکھے تھے، وہ بھی تھے جو اپنے نیزے اور برچھی سے مسلمانوں کے جسموں کو چھیدتے اور سوراخ کرتے تھے۔ صحابہ کرام اور حضور ﷺ آج ان سے ایک ایک بدی کا بدلہ لینے پر قادر تھے لیکن حضور ﷺ نے قدرت کے باوجود ان کی جان بخشی کیلئے خطبہ ارشاد فرمایا: جانتے ہو میں آج تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ مجمع سے آواز آئی، آپ شریف ابن شریف ہیں۔ حضور

ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: لوگو! تم پر آج کوئی گرفت نہیں جاؤ آج تم سب آزاد ہو۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے جو رحمت ومہربانی عفو واحسان کی عظیم مثال قائم کی وہ بعد میں اسلام کے قانونِ جنگ کا ایک اہم باب بن گئی۔ جس قدر ممکن ہو مسلمانوں کو سزا سے بچاؤ۔ کوئی بھی گنجائش بھی نکلتی ہو تو انہیں چھوڑ دو، فرمایا جب تک بچانے کی کوئی راہ مل رہی ہو تو اس وقت تک بچاؤ۔

اسلام امن وشانتی کا درس دیتا ہے

کیا اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر دینا ان کو بیشمار عطیات سے نوازنا بھی دہشت گردی ہے۔ جس مذہب نے لڑائی میں بھی بوڑھے بچوں عورتوں اور کسی بھی مذہب کے رہنماؤں کو قتل کرنے سے روکا اور منع کیا ہو وہ دہشت گرد ہو سکتا ہے؟ اور دہشت گردی کی تعلیم دے سکتا ہے۔ دہشت گردی کا اسلام سے کوئی جوڑ نہیں یہ تو اخوت ومحبت بھائی چارگی صلح وآشتی اور امن وشانتی کا درس دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظلم کی بربادی سے بچانے کیلئے ایک اہم ہدایت نامہ عطا کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ ظالموں کی طرف ادنیٰ میلان بھی نہ رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے ساتھ تمہیں بھی جہنم کی آگ لگ جائے۔ لاَ ترکنوا اِلٰی الَّذِیْنَ مصدر رکنسے بنا ہے، جس کے معنیٰ ظالم کی طرف خفیف اور ہلکے سے میلان اور جھکاؤ اور اس پر اعتماد ورضا کے ہیں، اس لئے آیت کا یہ مفہوم ہوا کہ ظلم وجور میں خود مبتلا ہونے کو تو دین ودنیا کی تباہی سبھی جانتے ہیں مگر ظالموں کی طرف ادنیٰ سا میلان اور جھکاؤ، ان سے راضی ہونا، ان پر اعتماد کرنا بھی انسان کو اسی بربادی کے کنارے لگا دیتا ہے۔ اس جھکاؤ اور میلان سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق صحابہ وتابعین کے چند اقوال ہیں جن میں کوئی تعارض واختلاف نہیں، غور سے سماعت فرمائیں۔

ظالموں سے دوستی نہ کرو

حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اور ان کا کہنا نہ مانو، ابن جریجؒ نے فرمایا کہ ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو ابوالعالیہؒ نے فرمایا کہ ان کے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو سدیؒ نے فرمایا کہ ظالموں سے مداہنت نہ کرو یعنی ان کے برے اعمال پر سکوت یا رضا کا اظہار نہ کرو، عکرمہؓ نے فرمایا کہ ظالموں کی صحبت میں نہ بیٹھو، قاضی بیضاویؒ نے فرمایا کہ شکل وصورت اور فیشن اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب اسی ممانعت میں داخل ہیں، نیز نے فرمایا کہ ظلم وجور کی ممانعت اور حرمت کیلئے اس آیت میں وہ انتہائی شدت ہے جو زیادہ سے زیادہ تصور میں لائی جاسکتی ہے ۔ کیوں کہ ظالموں کے ساتھ دوستی اور گہرے تعلق ہی کو نہیں بلکہ ان کی طرف ادنیٰ درجہ کے میلان اور جھکاؤ اور ان کے پاس بیٹھنے کو بھی اس میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شخص اس عالم سے زیادہ مبغوض نہیں جو اپنے دنیوی مفاد کی خاطر کسی ظالم سے ملنے کیلئے جائے۔ (مظہری) تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل کفر اور اہل معصیت کی صحبت سے اجتناب اور دنیا کے اندر جتنے بھی مذاہب ہیں سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ظلم بری چیز ہے کسی بھی دھرم اور مذہب میں ظلم وجور کو جائز اور روا نہیں رکھا گیا ہے آپ کمہار کے مکان پر چلے جائیے اور جو اس نے مٹی کے برتن بنا رکھے ہیں اسے آپ توڑ یئے۔ کسی کتب خانے میں چلے جائیے اور اس کی کتابوں کو پھاڑئے ۔ ان کتابوں اور مٹی کے برتنوں کی کیا حیثیت ہے؟ انسان کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں، مٹی کے برتن ایک سے دس بار بنائے جاسکتے ہیں۔

انسانیت کا احترام حضور ﷺ کی نظر میں

کتابیں ایک سے دس بار لکھی جاسکتی ہیں لیکن کوئی کمہار برتنوں کو توڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا اور نہ ہی کوئی مالک کتب خانہ کتاب کا ایک ورق پھاڑنے پر سکوت اختیار کرسکتا۔ تو آپ یہ بتایئے کہ جس انسان کو اللہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اللہ کو اس سے محبت نہ ہوگی؟ اور انسانوں پر ظلم کرنے سے اللہ ناراض نہیں ہوں گے اور اللہ کو اس سے تکلیف نہیں ہوگی؟ یقیناً اللہ اس سے ناراض ہونگے اور اللہ جس سے ناراض ہوجائیں اس کا بیڑا غرق ہے بڑے بڑے ظلم کرنیوالے بادشاہ اور حکمراں آئے، جنہوں نے اپنی کرسی کی حفاظت کی خاطر لوگوں پر کیسے کیسے ظلم کئے لیکن صفحہ ہستی سے ان کا نام مٹ گیا صرف ان کے ظلم کی داستاں باقی رہ گئی جو آنے والوں کے لئے درس عبرت ہے کہ اتنے بڑے بڑے بادشاہ کہ جنکے اشاروں پر فوجیں درہم برہم ہوجاتی تھیں اور لوگ نام لینے کیلئے کانپتے اور ڈرتے تھے اور یونان وروم کے صاحب ثروت جب کسی کی دعوت کرتے تو ایک قیدی کو بلا کر جلا دیتے اور اس کی روشنی میں مہمان کھانا کھاتا تھا اس سے اس کا نام مشہور ہوتا تھا اور کبھی کسی قیدی اور کمزور آدمی کو بلا کر لاتے درندوں سے مقابلہ کراتے اس روح فرسا منظر کو بحیثیت تفریح وتماشہ دیکھنے کیلئے لوگوں کی ایسی آمد ہوتی کہ کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ملتی تھی اور بیچارے مظلوم کو درندہ پھاڑ کر کھاتا اور چیختے چلاتے جان دیدیتا اور درندہ صفت انسان اس منظر کو بڑی بے دردی سے دیکھتے رہتے تھے اور خوش ہوتے رہتے جب پیغمبر اسلام دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انسانیت کے احترام پر غیر معمولی زور دیا چنانچہ ایک بار طوافِ کعبہ کے دوران خانہ کعبہ کو مخاطب ہوکر فرمایا کتنا پاکیزہ ہے تو اور کیسی خوشگوار ہے تیری فضا کتنا عظیم ہے تو اور کتنا محترم ہے تیرا مقام، مگر اس

رب کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے ایک مسلمان کے جان و مال اور خون کا احترام اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔ (ابن ماجہ)

مسلمان کے خون کی اہمیت

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی خون کی حرمت کے سلسلے میں اپنے فصیح و بلیغ خطبے میں ارشاد فرمایا: لوگو! تمہارا مال، وخون اور ناموس ایک دوسرے پر قطعاً حرام ہیں ہمیشہ کیلئے، خبردار ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو اور کفار کے زمرے میں شامل ہو جاؤ۔ (بخاری، ابوداؤد، نسائی، مسند احمد)

اسی طرح ایک بار آپ ﷺ نے انسانی خون بالخصوص خون مسلم کی اہمیت وعظمت کو اس طرح فرمایا: کسی مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں پوری دنیا کے اموال خدا کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ فرمان رسالت مآب ﷺ: جس نے کسی مسلمان کا بلاوجہ خون ناحق بالقصد کر دیا تو اس پر جنت حرام ہے۔ جس نے کسی ذمی کو قتل کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی۔ جس نے کسی معاہد غیر مسلم کو قتل کیا وہ کبھی جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گا۔

ایک مرتبہ کسی غزوہ میں مشرکین کے بچے زد میں آ کر ہلاک ہوئے تو آپ کو سخت رنج ہوا بعض صحابہ نے عرض کیا یہ مشرکین کے بچے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو۔

میرے بھائیوں میرے بزرگو! یاد رکھو کہ دنیا کی زندگی سوائے دھوکہ کے اور کچھ نہیں دو چار دن اعلیٰ ترین بلڈنگوں میں رہ لئے، بہترین کھانے کھا لئے، اعلیٰ ترین کپڑے پہن لئے، آدمی سمجھتا ہے کہ میں بہت کامیاب ہو گیا حالانکہ وہ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے، یہ کامیابی اور ناکامی تو آنکھ بند ہونے کے بعد معلوم ہوگی۔ اگر وہ جہنم سے بچ

گیا، خدا کے عذاب سے بچ گیا اور جنت میں داخل ہو گیا تو فَقَدْ فَازَ ہی شخص ہے جس کو سب سے بڑی کامیابی حاصل ہو گئی، جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب شہید اللہ کے دربار میں پہنچتا ہے اللہ اس سے فرماتے ہیں کہ بول کیا چاہئے؟ کسی بات کی تمنا ہے؟ تو زبان کھول میں تیری آرزوؤں کو پورا کر دوں، اللہ تعالیٰ کے پوچھنے پر شہید بندہ کہے گا کہ یا اللہ! آپ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیجئے تا کہ دوبارہ آپ کیلئے شہید ہو کر آپ کے پاس آ جاؤں۔

حضور اکرم ﷺ کی خواہش اور تمنا

شہادت کا مرتبہ اور درجہ اتنا بڑا ہے جس کی تمنا سردار دو جہاں فخر موجودات حضور محمد رسول ﷺ نے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں یہ جان تو اللہ کی امانت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ.

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جان اور مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے اس لئے ہر مسلمان کو جہاد کی تمنا کرنا چاہئے۔ اگر کوئی اس حال میں دنیا سے چلا جائے کہ اس کے دل میں جہاد کی آرزو اور تمنا نہ پیدا ہوئی تو اس کا ایمان مکمل نہیں ہے ایک مومن کو اللہ سے ملاقات کا شوق اور آرزو رہنی چاہئے اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ انسان کی موت آئے اس کے بغیر اللہ سے ملاقات نہیں ہو سکتی ارشاد نبوی ہے۔ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنُ الْمَوْتِ موت مومن کا تحفہ ہے۔ موت مومن کے لئے تحفہ اسی واسطے ہے کہ یہ اللہ سے ملاقات کا ذریعہ ہے اور یہ پل ہے جس کو پار کئے بغیر اللہ سے ملاقات نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو شہادت کی تمنا کرنی چاہئے۔

آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

شہادت اصل کامیابی

میدان جہاد میں ایک کافر نے ایک صحابی پر تلوار سے وار کیا تو صحابی شہید ہوگئے لیکن شہید ہوتے ہوتے ان کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ وہ شہید کرنے والا کافر کھڑا سوچ رہا تھا کہ یہ تو مرگیا اس کی گردن میں نے کاٹ دی، یہ تو دنیا سے چلا گیا پھر یہ کونسی کامیابی کی بات کررہا ہے؟ حیران و پریشان ہوکر دیکھ رہا ہے۔ جس کے سامنے آخرت نہیں، جس کے سامنے اللہ نہیں، اللہ کی خوشنودی نہیں، جنت اور دوزخ کا مسئلہ نہیں اسے کیا سمجھ میں آئے گا کہ کامیابی کسے کہتے ہیں؟ میں نے کامیابی حاصل کرلی۔ بینکوں کو دھوکہ دیکر کما لینے والا، چار چار دکانیں بنا لینے والا سمجھتا ہے کہ میں بہت کامیاب انسان ہوں، اسی طرح دنیا میں ججوں کو دھوکہ دیتے ہیں، رشوتیں کھلاتے ہیں اور کامیابی حاصل کرلیتے ہیں، ایسی کامیابی سے کیا فائدہ اللہ کی نظر میں کامیابی الگ ہی چیز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کو جہنم سے ہٹا دیا گیا، نجات دیدی گئی اور جس کو جنت میں داخل کردیا گیا وہ کامیاب ہوگیا۔

اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے جہاں ہمیشہ ہمیشہ انسان کو رہنا ہے دنیا کی زندگی تو چندروزہ ہے اور یہاں تو پریشانی ہی پریشانی ہے اسی لئے تو فرمایا **اَلدُّنیَا سِجنُ الْمُومِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ** کہ دنیا مومن کا قیدخانہ ہے اور کافر کی جنت ہے کافر دنیا میں جتنے چاہے مزے اڑائے آخرت میں سخت مصائب کا سامنا کرنا ہے اور مسلمان کیلئے دنیا ایک جیل کی طرح ہے جس طرح کوئی قیدی سکون واطمینان کے

ساتھ جیل میں زندگی بسر نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ اسے فکر لاحق رہتی ہے جبکہ جیل میں بھی کھانا پینا اور زندگی کے بہت سے لوازمات ہوتے ہیں مگر پھر بھی اس کا دل گھر میں اٹکا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن کیلئے یہ دنیا بھی قیدخانہ اور جیل ہی ہے۔ اس میں رہتے ہوئے ہمیشہ اسے آخرت کی فکر رہنی چاہئے اس لئے کہ جنت ہی اصل گھر اور سکون اور اطمینان کی جگہ ہے کسی فارسی شاعر نے کہا ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را باکسے کارے نباشد

آج ہر حساس شہری فکرمند ہے

جنت تو وہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو اور کسی کو کسی سے کوئی کام نہ ہو۔ تکلیف کی جگہ تو دنیا ہے جہاں آئے دن نئے نئے فسادات الزامات اور مصیبتیں آتی رہتی ہیں بلکہ آج ملک جن حالات سے گزر رہا ہے اس سے ہر حساس شہری فکرمند ہے ہر طرف انارکا دور دورہ ہے، ذاتی مفادات کے حصول کا جذبہ عروج پر ہے، ذخیرہ اندوزی اور مادیت پرستی کا غلبہ ہے، ہر طرف نفرتوں کی آگ لگی ہوئی ہے، فرقہ واریت کا زہر پورے معاشرہ میں سرایت کرچکا ہے، ان سب کے نتیجہ میں جوصورتحال بنی، اس میں سب سے زیادہ متاثر مسلمان ہوئے۔ تعلیمی میدان میں پسماندگی، سیاسی سطح پر غیر مؤثر رول بلکہ بے وقعتی، ان کے اپنے قائم کردہ اداروں پر حکومت کی شک بھری نگاہیں، انتظامیہ و پولیس کا ان کے ساتھ امتیازی سلوک یہ تمام وہ عمومی مسائل ہیں جن سے آج ہندوستانی مسلمان دوچار ہیں، فسادات کے لامتناہی سلسلے نے ان کی گویا کمر توڑ دی ہے، لیکن ان تمام حالات و واقعات کے باوجود اس ملک میں مسلمانوں کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایک زندہ دل قوم ہے جو تمام رکاوٹوں، سازشوں اور نامساعد

حالات کے باوجود اپنی ملی شناخت کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن انارکی اور بوالہوسی کے موجودہ دور میں مسلمانوں کی ذمہ داری دوہری ہوجاتی ہے۔

آج ملک کی مثال اس کشتی کی سی ہے جس کی نچلی منزل میں سوراخ ہوگیا ہو اور پانی بہت تیزی سے اندر آرہا ہو، لیکن دوسری منزل پر سوار لوگ مطمئن ہیں کہ ہم تو اوپر ہیں ہم تک پانی نہیں پہنچے گا۔ لیکن نتیجہ سامنے ہے، اگر اوپر والوں نے نیچے آکر سوراخ بند نہ کیا تو پھر پوری کشتی ڈوب جائے گی۔

لہٰذا سب سے پہلے حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے ضروری تدابیر اختیار کرنا اور ملک کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے پر لانا اور اس میں پیدا ہوئے سوراخ کا علاج کرنا ہے، ایک محبّ وطن قوم کو اس سرزمین پر اپنا عظیم ماضی ہونے کے ناطے اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنا ہے۔

اسلام کی برکت

سرزمین ہند کو اِکَالَۃُ الْاُمَمُ (اقوام ومذاہب کو نگل جانے والی) کہا جاتا ہے جتنی بھی قومیں اور مذاہب آئے سب پس کر رہ گئے لیکن مسلمان آج بھی اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ باقی ہیں اور یہ اسلام کی برکت ہے۔ ہزار مصائب وآلام کے باوجود الحمد للہ مسلمان اس ملک میں اپنے فرائض پر عمل پیرا ہیں۔ مسلمان تو ایک ایسی قوم ہے جس کا زندہ رہنا باعث امن وسکون اور اس کا شہید ہونا بھی باعث فخر وسرمایہ سعادت، بہرحال ہمیں کسی طرح گھبرانے اور ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ہم کبھی بھی احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں گے، ہم اسی ملک کے باشندے ہیں اور یہیں ہمیں جینا اور مرنا ہے۔ کیونکہ یہ ہمارا وطن ہے۔ اور ہندوستان بنیادی طور پر جمہوری ملک ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہاں بسنے والی قوموں میں مذہب

کی جڑیں بہت گہری ہیں، مذہب سے تعلق بہت اہم اور مثبت امر ہے، چونکہ مذہب عموماً محبت واخوت کا درس دیتا ہے، آپسی اتحاد پر زور دیتا ہے، نفرتوں کی آگ بجھانے اور محبت کے دیئے جلانے کا پیغام دیتا ہے لہٰذا اس ملک میں محبت کی فضا عام ہونی چاہئے۔ اپنی خوشیوں میں دوسروں کو شریک کرنے اور دوسروں کے دکھ درد بانٹنے کا جذبہ عام ہونا چاہئے۔ ایک دوسرے کے مذہب اور مذہبی تقدس کا احترام ہونا چاہئے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہورہا ہے۔

انسان خدا کی رحمت کا مظہر ہے

فرقہ پرست اور انسان دشمن جماعتوں نے دہشت گردی، انتہا پسندی کی ایسی فضا قائم کردی ہے کہ پورا ملک خوف وہراس کا شکار ہوچکا ہے۔ قتل وخونریزی نیزہ زنی اور بمباری کی وجہ سے سکون واطمینان غیر یقینی ہوچکا ہے۔ پریشانیاں اور دشواریاں بڑھتی جارہی ہیں لیکن یاد رکھئے کہ ظلم کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے ان پر خدا کی طرف سے آفتیں آتی ہیں زلزلے آتے ہیں بجلیاں گرتی ہیں۔ گرانی بڑھتی ہے چیزیں نایاب ہوجاتی ہیں، بیماریاں عام ہوجاتی ہیں، سارے مذاہب سارے کلچر، سارے صوفی سنت اس بات پر متفق ہیں کہ انسان سب سے زیادہ قیمتی ہے اور ہر مذہب کا انسان، ہر برادری کا انسان، ہر نسل کا انسان، ہر طبقہ کا انسان، ہر ملک کا انسان، ہر سوسائٹی کا انسان، ہر قابلیت کا انسان، ہر صلاحیت کا انسان مفید ہو یا غیر مفید وہ خدا کی رحمت کا مظہر ہے۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ آدمی بیمار ہوتا ہے اس پر اعصابی دورہ پڑتا ہے اور یہ دورہ فرد پر بھی اور سوسائٹی پر بھی پڑتا ہے، پورے ملک اور عہد پر بھی پڑتا ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مرض کا یہ دور، ظلم وسفا کی کا یہ دور، انسان کی تحقیر وتذلیل کا یہ دور

صرف افراد ہی پر نہیں بلکہ پورے معاشرے، پوری سوسائٹی، پورے پورے ملک اور پورے پورے عہد پر پڑتا ہے اور یہ دورہ پڑنا کوئی انوکھی اور تعجب خیز نہیں، لیکن جو چیز ڈرنے کی ہے اور خطرناک ہے وہ یہ کہ اس دورہ کو دور کرنے والے اور اس بیماری کا علاج کرنے والے لوگ نہ ہوں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ تہذیب انسانی اور نسل انسانی پر ایسے ایسے دورے پڑے کہ لگتا تھا کہ اب تہذیب زندہ نہ رہے گی اور نسل انسانی آگے نہ چل سکے گی لیکن ہمت والے لوگ سامنے آئے اور انہوں نے واقعات کا رخ بدل دیا۔ میں اس کی ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ چین کی سرحد سے ترکستان کے تاتاری اٹھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب نسل انسانی سب کچھ کھودے گی اور اب کچھ باقی نہ رہے گا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اب دنیا کو اپنا تہذیبی سفر دوبارہ شروع کرنا پڑے گا کیونکہ سب برباد ہو جائے گا نہ کتب خانے رہیں گے نہ مدرسے رہیں گے، نہ دانشور رہیں گے، نہ پڑھے لکھے لوگ رہیں گے، اور حد یہ تھی کہ وہ اٹھے تھے ترکستان سے لیکن یورپ میں لوگ ان سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ گبّن اپنی مشہور کتاب ''تاریخ انحطاط وسقوط روما'' میں لکھتا ہے سویڈن کے باشندوں نے روس کے ذریعہ تاتاری طوفان کی خبر سنی ان پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ ان کے خوف سے اپنے معمول کے مطابق انگلستانی سواحل پر شکار کھیلنے کیلئے نہیں نکلے، لیکن کیا ہوا کچھ صوفیا کچھ اہل دل اٹھے انہوں نے کوشش کی ان سے ملے خدا کی یاد دلائی اس کے غضب سے ڈرایا، ان کو انسان پر ترس کھانے کی تلقین کی اور اپنے اخلاق سے اپنی روحانیت سے اپنی بے غرضی اور خلوص سے اپنی ہمدردی نوع انسان سے ان کے دلوں کو موہ لیا ان کے دلوں کو ایسا نرم بنا لیا کہ وہ بالکل موم ہو گئے ان بزرگوں کے خلوص وللّٰہیت کا یہ عالم رہا کہ تاریخ نے ان

میں کے اکثر کے نام بھی یاد نہیں رکھے پوری نسل تاتاری کو آدمی بنا دیا اور ایسا آدمی بنایا کہ ان میں مصنف پیدا ہوئے بڑے بڑے نامور پیدا ہوئے۔ بانیان سلطنت پیدا ہوئے۔ انہوں نے تہذیب انسانی کی حفاظت کی صدیوں تک دنیا کی رہنمائی کرنے کے قابل ہو گئے۔ آج بھی اسی اخلاص کی ضرورت ہے اسی جدوجہد کی ضرورت ہے اسی سے ملک میں امن وامان قائم ہوسکتا ہے اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔

اللہ ہم تمام کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اسلامی احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

ترانۂ وندے ماترم

ایک فتنہ جو مسلمان کو ہرگز قبول نہیں!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرِکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے۔

کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ سوز رہتا ہے
ہمارے دل پہ صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہے

برادران ملت نوجوانان اسلام! ہم جس ملک میں رہ رہے ہیں جہاں ہماری بودوباش ہوئی ہے یہ جمہوری ملک ہے ہر ایک کو اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق

زندگی گذارنے کا پورا پورا حق ہے۔ خواہ وہ اقلیت کا کوئی فرد ہو یا اکثریت کا یہ ہر ایک کا آئینی حق ہے، جو حکومت چھین نہیں سکتی اور مسلمان قوم تو اس معاملہ میں بڑی حساس اور غیور واقع ہوئی ہے، جو اپنا سارا نقصان برداشت کر سکتی ہے مگر مذہبی امور میں کسی طرح کی مداہنت کو برداشت نہیں کر سکتی۔ کتاب اللہ کی حفاظت، سیرت رسول کی حفاظت اس کے لئے جان وتن سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

کیونکہ ملک وملت اور اس کے اثاثوں اور روایتوں کی حفاظت سیرتِ رسول پاک ﷺ سے ثابت ہے۔ لیکن جو افعال مسلمان کے عقیدۂ توحید سے ٹکراتی ہو یا توحید کے خلاف اس کا مقصد اور تعبیر ہو۔ ایسی ہر چیز کو اسلام نے روز اول سے رد کر دیا ہے۔

اسلام خالص توحید کا درس دیتا ہے

حضور اکرم ﷺ کو کفار مکہ نے صلح کی دعوت دی اور اس کو اس شرط کے ساتھ بنیاد بنایا کہ آؤ ہم اور آپ مل جل کر عبادت کیا کریں۔ کبھی آپؐ ہمارے بتوں کی اور کبھی ہم آپ کے رب کی عبادت کریں گے۔ تو معاملہ اختلافات کا ہی ختم ہو جائے گا۔ کفار کی اس تحریک پر ''سورۃ الکافرون'' نازل ہوئی، جس میں صریح طور پر اسکو نہ صرف رد کر دیا گیا ہے بلکہ ان عناصر سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھنے کی مسلمانوں کو ہدایت دی گئی۔

تابعین کے زمانہ کے بعد معتصم باللہ کے دور میں فتنہ اٹھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ جس کے لئے ائمہ صادقین کو سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا اور مصائب وآلام کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔ لیکن قرآن مخلوق نہیں بن سکا اور نہ ہی قیامت تک بنے گا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دور میں جہاں گیر بادشاہ گمراہی کے غار پر پہونچ گیا۔ تو مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اس پورے فتنہ کو دبانے اور سرد کرنے کے

لئے سینہ سپر ہو گئے ۔آپ کو گوالیار کی جیل میں قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ بالآخر، بادشاہ غیر اسلامی رسومات سے تائب ہوا۔حضرت مجدد الف ثانیؒ سے اس نے درخواست کی آپ جو چاہتے ہیں وہ میں کرنے کیلئے تیار ہوں،حضرت نے فرمایا مجھے اپنی خواہشات اور آرام مطلوب نہیں ہے لیکن تو نے سلام کا رواج ختم کر دیا،ختنہ کو غیر ضروری قرار دیدیا، پیشانی پر بندی کا رواج دیدیا ہاتھوں میں مردوں کو غیر مسلموں کی طرح کڑے ڈالنے اور پہننے کا حکم دیدیا ، شادیوں میں غیر اسلامی رسومات کو ضروری قرار دیدیا گیا۔اسلام کو مسخ کرنے کیلئے تم نے جتنے احکامات صادر کئے ہیں سب کے سب واپس لئے جائیں اور خالص قرآن وسنت کے مطابق دین کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ تائب ہوا اور حضرت کے حکم سے دوبارہ پوری سلطنت میں اسلام کی حقیقی روح کو نافذ العمل بنایا گیا۔

ڈبلیو بش کے گلے میں لعنت کا طوق

برٹش گورنمنٹ نے لاکھوں قرآن مجید کے نسخے جلا دیئے دریا برد کرا دیئے اور ہزاروں لاکھوں حفاظ کرام کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔تیل کے الاؤں میں بھون ڈالا گیا،توپ کے منہ سے باندھ کر پرخچے اڑا دیئے،لیکن علمائے حق نے اپنے خونِ جگر کی قربانی دے کر سفید قوم کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا،اور اپنا دین اور اپنا ملک ان سے واپس لئے بغیر چین سے نہیں بیٹھے۔

آزادی کے بعد ملعون چاندمل چوپڑا نے قرآن مجید کی آیات پر مقدمہ درج کرایا۔ ہندوستان کے علماء اور مسلمانوں نے حکومت کو مجبور کیا کہ یہ نہیں ہوسکتا،تو کانگریس حکومت نے سپریم کورٹ سے مقدمہ کو خارج کرا دیا، دنیا کا سب سے بڑا ملعون اور کانا دجال، ڈبلیو بش صدر امریکہ نے لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالا اور

قرآن مجید کے مقابلہ میں ’’الفرقان‘‘ نامی نیا قرآن نہ صرف لکھ دیا بلکہ لاکھوں کی شکل میں تقسیم کیا۔تشہیر کی گئی،اور انٹرنیٹ، ویب سائٹ پر مہیا کرایا گیا،ابھی دور صدارت ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ عراق کی سرزمین پر اس کے سر پر نمرود کی طرح جوتے پڑے اور ساری دنیا میں جوتے مارنے کی نقل اتاری گئی، لاکھو کروڑوں جوتے کھانے کے بعد ملعون دجال صدارت کی کرسی سے اترا، دنیا نے دیکھ لیا کہ جو رب العالمین کے قانون کے مقابلہ میں آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا لباس پہناتے ہیں۔

ہمارے لیڈران قومی ترانہ نہ گا سکے

آزادیٔ ہندوستان کے بارے میں قومی ترانہ ’’سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا‘‘ علامہ اقبال نے لکھا اور اسے آزادی حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا گیا۔ لیکن تعصب کی عینک رکھنے والوں کو اس میں بھی کیڑے نظر آئے اور رابندر ناتھ ٹیگور کا لکھا ہوا ترانا لوک سبھا میں پاس کرا لیا گیا،مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ ابھی چند سال پہلے ٹی وی چینل والوں نے لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے ممبران اور وزیروں سے ’’قومی ترانہ‘‘،’’جن گن من‘‘ سنانے کی فرمائش کی تو اسی ٹی وی پر ارکانِ پارلیمنٹ قومی ترانہ نہ سنا سکے۔

جن سنگھی عناصر جن کو اب آر ایس ایس طبقہ کہا جاتا ہے آزادی کے بعد سے برابر یہ کوشش میں رہا کہ وندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دیا جائے، ہندوستان کی بدقسمتی کہ اٹل بہاری واجپئی وزیر اعظم بنے تو پاکستان سے بھاگ کر آئے ہوئے اڈوانی جی نے وندے ماترم کو اسکولوں اور سرکاری تقاریب میں پڑھنے کو لازمی کر دیا، جمعیۃ علماء ہند مسلم پرسنل لاء بورڈ ، ملی کونسل، مسلم مجالس مشاورت، آل انڈیا تعلیمی فاؤنڈیشن، پیام انسانیت تحریک اور آل انڈیا انجمن مدارس نے جس کی بھرپور مخالفت کی اور مفکر

اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے یہاں تک فرما دیا کہ وندے ماترم کو نہ ہٹایا گیا تو مسلمان سرکاری اور دیو مالائی اداروں سے اپنے بچوں کو نکال کر مسلم اسکولوں اور مسلم اداروں میں داخل کریں گے، جس کا خاصہ اثر حکومت پر ہوا۔

آیئے دیکھئے ! آخر کیا خرابیاں ہیں ''وندے ماترم'' میں، مسلمان دل کی گہرائی سے نفرت کرتا ہے اور اس کے پڑھنے کو اسلام کی توہین سمجھتا ہے، حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی نے ہندوستانی ترانہ ''وندے ماترم'' کا شرعی حکم لکھ کر اس کو واضح کر دیا ہے یہاں میں آپ کو حضرت مولانا کی تحریر سناتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

وندے ماترم کا ترجمہ

''گیت وندے ماترم'' کا پہلا جز یعنی الفاظ ''وندے ماترم'' خاص طور پر قابل غور ہے اس لئے اصلاً پہلے ہی جز کا ذیل کی سطروں میں شرعی حکم دریافت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

''وندے ماترم'' کا ترجمہ ایک مشہور لغت کی رو سے یہ ہوتا ہے کہ ''میں اپنی مادر وطن کی تعظیم کرتا ہوں'' صحیح جواب کیلئے پہلے یہ تحقیق ضروری ہے کہ کیا واقعتاً اس جملہ کے صحیح منعی یہی ہیں؟ یا کچھ اور ہیں، صحیح مفہوم کی رسائی کے لئے ہمیں فارسی کا لفظ ''بندہ بندگی'' وغیرہ کے لغوی معنی سے روشنی مل سکتی ہے۔ یہ الفاظ عموماً ''عبادت'' کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، اہل علم پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ سنسکرت اور فارسی دونوں آرین زبانیں ہیں اور دونوں کے بہت سے مفرد و مرکب الفاظ آج تک (لہجہ کے طبعی فرق کیساتھ) ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً اسپی، بمعنی اسپی، اشٹمی بمعنی ہشتم، (چنانچہ ہندوستان میں 'جنم اشٹمی' کے لفظ سے مسلمان ناواقف نہیں ہیں) اس لئے مطابق عقل وقرین قیاس بات یہی معلوم ہوتی

ہے کہ ''وندے'' کے اصل معنی بندگی بمعنی ''عبادت'' ہوں (چونکہ عبادات اور تعظیم قریب المعنی ہیں اس لئے لغت کی ایک کتاب میں اس کا ترجمہ ''تعظیم'' کر دیا گیا ہے) نیز یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہی عبادت کہلاتی ہے۔ جیسا کہ حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتابوں (خاص طور پر حجۃ اللہ البالغۃ وغیرہا) میں صاف طور سے بیان کیا ہے اور عبادت و تعظیم کے درمیان یہ باریک فرق صرف شارع کی تعلیمات سے گہری واقفیت کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے، یا ہوسکتا ہے۔ اس لئے یہ بات بالکل بعید نہیں کہ شارع کی تعلیمات سے ناآشنا لغت کا مرتب اس باریک فرق کا ادراک نہ کرسکا ہو۔ پھر اسی وجہ سے بندگی و تعظیم کا یہ تفاوت وہ اپنی لغت میں بھی ظاہر نہ کرسکا ہو۔

مطالب کی وضاحت

اس کے علاوہ یہ بھی واقعہ ہے کہ کبھی ایک لفظ کئی معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کسی ایک معنی کی تعین قرائن سے کی جاتی ہے، یہاں قرینہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وندے ''بندگی'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ اہل کفر (خاص طور سے ہندو مذہب والے) اپنے وطن اور اس کی سرزمین کی عبادت و پرستش کرتے ہیں او ربا قاعدہ دھرتی پوجا یا بھومی پوجا کے نام سے ایک مستقل اور معروف عبادت ان کے یہاں رائج ہے۔ ان سب شواہد سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ اس گیت میں ''وطن کی عبادت یا پرستش کرتا ہوں'' کا مفہوم موجود ہے اسی مفہوم کا متعین ہونا گزشتہ ممتاز علماء کے نزدیک بھی مسلم تھا اس کی ایک شہادت یہ بھی ہے کہ آزادی کے بعد شروع دور ہی میں ہندوستان کے ممتاز علماء نے خاص طور سے مولانا حفظ الرحمٰنؒ جیسے بیدار مغز اور جمہوریت کے علمبردار شخص نے بھی اس گیت پر سخت اعتراض کئے تھے اور حکومت

سے کم از کم مسلمانوں کو اس کے پڑھنے پر مجبور کرنے سے روکنے کیلئے پرزور مطالبہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ اور دوسرے طریقوں سے بھی بڑی جدجہد کی گئی تھی، (اس زمانہ کے مسلم اخبارات خاص طور سے ''الجمعیۃ'' دہلی کی فائل اس کی گواہی دیں گی۔

ان سب وجوہ کی بناء پر وندے ماترم کا گیت مسلمانوں کے لئے گانا بالکل جائز نہیں ہے، اس کے اگر معنی معلوم نہ ہوں تب بھی ناجائز ہے، کیونکہ **غیر معلوم المراد** لیکن **محتمل الکفر الفاظ** کا بطور رقیہ تلفظ اور ان کی کتابت احتمال کلمہ کفر وشرک ہی کی وجہ سے ممنوع ہے۔ جیسا کہ تمام کتب معتبرہ میں ملتا ہے۔ (مثلاً دیکھئے شرح مسلم للنووی)

عرب کے سوز میں سازِ عجم ہے
حرم کا راز توحید اُمم ہے

وندے ماترم اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کی کھلی خلاف ورزی ہے

وندے ماترم کے معنی جان لینے کے بعد جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس میں غیر اللہ کی عبادت کرنے کا اعلان واقرار ہے تو ممانعت اور شدید ہو جاتی ہے کیونکہ اس کے پڑھنے سے ''اِیَّاکَ نَعۡبُدُ'' کی کھلی خلاف ورزی ہوتی ہے اور اسلئے بھی کہ باتفاق علماء حق کفریہ کلمات کا زبان سے ادا کرنا بھی اسی طرح ممنوع ہے جس طرح کفریہ افعال کا کرنا اور کلمات کفر کے مطابق اگر عقیدہ بھی ہو جائے یا دل میں اس کی صحت کی گنجائش ہو جائے تب تو ایسے کلمات کا زبان سے ادا کرنا حرام ہی نہیں کفر ہے، (جس طرح سجدۂ تحیہ حرام ہے اور سجدۂ غیر اللہ کفر ہے) ہاں اگر ان الفاظ کو زبان سے ادا کروانے پر جبر واکراہ کیا جائے یعنی خلاف ورزی کی صورت میں جان کا یا کسی عضو کے تلف کردیئے جانے کا یقینی خطرہ ہو تو ایسے کلمات صرف زبان سے بادل ناخواستہ ادا کئے جاسکتے ہیں۔ اور یہ رخصت قرآن مجید کی آیت ''اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ

وَقَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّ بِالۡاِیۡمَانِ'' سے ملتی ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی افضل اور عزیمت کی بات یہی ہے کہ کفریہ کلمات زبان سے نہ نکالے اور ہر طرح کی اذیت و نقصان برداشت کرلے۔ علاوہ ازیں بالفرض اگر برسبیل تنزل یہ مان بھی لیا جائے کہ ''وندے ماترم'' کے معنی تعظیم ہی کے ہیں تو بھی اس کے تلفظ کی شرعاً اجازت بوجوہ ذیل نہیں ہوگی۔

اس میں تَشَبُّہ بِالۡکُفَّار (ان کے امر دینی کے اندر) ہوتا ہے جو باتفاق ممنوع ہے۔ (بجز ان مقامات کے جن کے بارے میں نص وارد ہے) اور بلا استحقاق کسی شئی کی عظمت کرنا نہ صرف یہ کہ لغو کام ہے بلکہ انسان کی توہین کو مستلزم ہے (کہ عظمت کرنے سے عظمت کرنے والے کی پستی نکلتی ہے۔)

حرمین شریفین کے علاوہ کسی اور سرزمین کی تعظیم کرنے سے اس کو ''حرام'' سے مشابہ دیئے جانے کا شبہ بھی ہوتا ہے اور اس تشابہ سے بچنا شرعاً مطلوب ہے۔ البتہ دوسری صورت میں ممانعت اتنی شدید نہ ہوگی جتنی پہلی صورت میں ''یعنی جس میں الفاظ کفریہ نہ ہوں بلکہ صرف تعظیم کے ہوں وہ مکروہ ہے، پہلی صورت میں حرام ہے کیونکہ پہلی میں کلمہ کفر کا تلفظ لازم آتا ہے۔

وندے ماترم اسلام کے خلاف اعلان جنگ کا نعرہ ہے

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمان لکھنوی نے جناب محمد یوسف رحمت اللہ کا مرتب کردہ ترجمہ اس طرح پیش کیا ہے۔

وندے ماترم کے حسب ذیل بند پڑھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان اس کے اتنے مخالف کیوں ہیں اور اسی نقطہ نظر سے وہ اسے قابل قبول کیوں نہیں سمجھتے۔

''تو ہی میرا علم ہے تو ہے میرا دھرم

تو ہی میرا باطن ہے تو ہی میرا مقصد
تو ہی جسم کے اندر کی جان ہے تو ہی بازوؤں کی قوت ہے
دلوں کے اندر تیری ہی حقیقت ہے
تیری ہی محبوب مورتی ہے ایک ایک مندر میں تو ہی
درگا دس مسلح ہاتھوں والی
تو ہی کملا ہے کمل کے پھولوں کی بہار
تو ہی پانی ہے علم سے بہرہ ور کرنے والی
میں تیرا غلام ہوں، غلام ہوں غلام ہوں
غلام کے غلام کا غلام ہوں
اچھے پانی، پھلوں والی میری ماں میں تیرا بندہ ہوں۔
میں بھارت ماتا کی وندنا کرتا ہوں''

اس پورے ترانہ کا جائزہ لیا گیا ہے اس میں مسلمانوں کے دینی نقطۂ نظر سے توحید اور بندگی کے تصورات پر ضرب پڑتی ہے اور تخیلات اور تاثرات کو زبان سے ادا کرنے کے بعد بھی ایمان متاثر ہوتا ہے ہندوؤں کے ہاں ''جے ماتا دی'' کا تصور یہیں سے ابھرا ہے اوراسی لئے وہ اپنی تقریبات میں اس کو اصل عنوان بناتے ہیں کل ہند مجلس تعمیر ملت حیدرآباد کے نائب معتمد محمد یوسف رحمت اللہ نے وندے ماترم کے پس منظر اور اسکی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے ''وندے ماترم'' کا یہ گیت جو آنند مٹھ نامی بنگالی زبان کے ناول میں شامل ہے اس فرضی کہانی میں یہ ترانہ ہندوؤں کی خفیہ نیم مذہبی و نیم سیاسی جماعت کا تھا جو بنگال میں مسلمانوں کی حکومت کو تباہ کرنے کے لئے سازشیں کیا کرتی تھی مسلمانوں کی حکومت کو مٹانے ہندوؤں کی حکومت قائم کرنے کے لئے وندے ماترم کو نعرے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔''

آنند مٹھ کا مسلم دشمن پس منظر ہے اس کی روشنی میں وندے ماترم کا مطالعہ اس حقیقت کو روشن کرتا ہے کہ اس دور میں نوجوانوں کے اندر مسلمانوں کے خلاف جذبہ نفرت پیدا کرنے کا کام اس ترانہ سے لیا گیا۔ایک مندر میں درگا دیوی کی مورتی کے سامنے ایک ہندو نوجوان سے پرستش کے انداز میں اس ترانہ کو پڑھوایا گیا ہے اس سے پوری بات عیاں ہوجاتی ہے کہ اس ترانہ کا خالص مذہبی پس منظر ہے جو مسلمانوں کے عقیدہ سے میل نہیں کھاتا۔

مسلمانوں سے قلبی دشمنی

ناول نگار ایک سنیاسی ہے جس کے ذریعہ یہ داستان بیان کی گئی ہے وہ اپنے مشن کیلئے لوگوں کو بھرتی کرتا ہے اس دوران اس کی ملاقات ایک نوجوان مہیندر سے ہوتی ہے اس کو وہ وندے ماترم کے معنی سمجھانے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ملک کو مسلمانوں سے مکت کرانے کیلئے مسلح جدوجہد کی ضرورت ہے۔مہیندر بزدل ہے ڈر جاتا ہے، تب جوش میں آکر بھوانندہ کہتا ہے ہمارا دھرم نشٹ کیا گیا ذات بھرشٹ ہوگئی ہے جانیں بھی غیر محفوظ ہیں جب تک کہ اس ملک سے مسلمانوں کو نہ نکال دیا جائے نہ تیرا دھرم محفوظ ہے اور نہ تو اپنے دھرم پر رہ سکتا ہے۔مہیندر پوچھتا ہے کیا اپنے دھرم پر تم رہ سکتے ہو؟ کیا تم تنہا مقابلہ کروگے؟ بھوانندہ جواب دیتا ہے جب تیس کروڑ آوازیں بلند ہونگی جب ساٹھ کروڑ تلواریں دونوں ہاتھوں میں ہونگی کیا اتنی قوت ہوتے ہوئے بھی ہماری ماتا کمزور ہوسکتی ہے؟

وندے ماترم کا تیسرا بند ملاحظہ کیجئے:''تیس کروڑ لوگوں کی پر جوش آوازیں، ساٹھ کروڑ بازوؤں میں سنبھلنے والی تلواریں کیا اتنی قوت کے ہوتے ہوئے بھی اے ماں تو کمزور ہے؟ تو ہی ہمارے بازوؤں کی قوت ہے میں تیرے قدم چومتا ہوں میری ماں۔

دوسری صبح کو بھوانندہ ، مہیندر کو آنند مٹھ لے جاتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ وشنو کی بڑی مورتی ایک ہاتھ میں شنکھ دوسرے ہاتھ میں کڑا تیسرے ہاتھ میں ڈنڈا چوتھے ہاتھ میں کندل، اسکے دائیں جانب لکشمی ، بائیں جانب سرسوتی کی مورتی ہے، وشنو کی مورتی کی گود میں اور اس کے چرنوں میں خون آلود سر دکھائے گئے ہیں برہما چاری پوچھتا ہے تو نے کیا دیکھا؟ مہیندر کہتا ہے وہ کون ہے؟ برہما چاری کہتا ہے وہ ماتا ہے وندے ماترم کہو۔ مہندر کو ایک اور حجرے میں لے جاتا ہے یہاں درگا دیوی کی مورتی ہے بہت بڑی اور شاندار برہما چاری کہتا ہے ہم تجھے ڈنڈوت کرتے ہیں اے ماتا درگا، جس کے دس ہاتھ میں تو لکشمی ہے جو کنول میں رہتی ہے اور تو دانی ہے جو ہمیں علم دیتی ہے۔

وندے ماترم کا چوتھا بند ملاحظہ کیجئے!

’’آنند مٹھ ناول کے تیسرے حصہ میں آٹھویں باب میں قتل وخون لوٹ مار کے واقعات بیان کئے گئے ہیں جس سے ہندؤں میں بھارت ماتا کی سیوا کا ایسا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرتے ہیں مسلمان ہر طرف سے جان بچا کر بھاگ رہے ہیں۔ ایک شور برپا ہے مسلمانوں کو لوٹو مارو کی صدائیں بلند ہورہی ہیں وندے ماترم کا نغمہ فضا میں بکھر رہا ہے، ماتا کے سیوکوں سے یہ بات کہلوائی جارہی ہے جو دراصل ناول لکھنے کی غرض ہے، بھائی وہ وقت کب آئے گا جب ہم مسجدوں کو مسمار کریں گے اور ان کی جگہ رادھا اور مہادیو کے مندر بنائیں گے، آخر میں آنند مٹھ کا ہیرو اپنے سیوکوں سے کہتا ہے کہ اب انگریز آگئے ہیں ہماری جان ومال کو امان ملے گی۔‘‘

یہ ہے آنند مٹھ اور وندے ماترم کا پس منظر جسے محمد یوسف رحمت اللہ نے مرتب کر دیا ہے وہ ملت کی طرف سے شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شرعی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے قابل قبول کیوں نہیں ہے۔

وندے ماترم گانا کفر ہے

میری سابقہ معروضات کی روشنی میں آپ تمام کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ وندے ماترم مسلمانوں کے حق میں کس قدر نقصان دہ ہے جو ہمارے اسلامی تشخص ہی کو نہیں بلکہ مکمل ایمان ہی کو سلب کر لیتا ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کو ہندو بنانے اور ان کے ذہن ودماغ میں ہندوانہ عقائد پیوست کرنے کی ایک گہری سازش ہے۔ اس لئے کسی بھی مسلمان کا وندے ماترم پڑھنا ناجائز ہی نہیں بلکہ کفر ہے اور مسلمانوں کو ایسے کالجوں میں اپنے بچوں کو بھیجنا صحیح نہیں ہے، گاندھی جی پر مسلمانوں کی خیر خواہی اور ہمدری کے الزام میں گجرات کے ایک ہندو نے حملہ کیا لیکن وہ بچ گئے اور یہ شخص پکڑا گیا تو گاندھی جی نے کہا کہ تم ہندؤں کی خیر خواہی او رہندوازم کے فروغ کیلئے مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتے ہو سچ تو یہ ہے کہ تم ہندؤں کے سب سے بڑے دشمن ہو کیونکہ مسلمان تو پوری دنیا میں بستے ہیں کیسے ان کو ختم کر سکتے ہو اور ہندو تو صرف ہندوستان میں بستے ہیں۔ اگر مسلمان متحد ہو کر تم کو ختم کرنا چاہیں تو تمہارا وجود ہی نہ رہے گا۔ یہ ہندوستان مختلف زبانوں اور مختلف کلچروں والا ملک ہے۔ اس میں ہر مذہب کے لوگ ہیں، اس میں ہندو بھی ہیں، جینی بھی ہیں دلت بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، بدھسٹ بھی ہیں، سکھ بھی مسلمان بھی ہیں سب مل جل کر رہیں گے اور ہر ایک کو اس کے مذہب میں مکمل اختیار ہوگا تبھی یہ ملک امن وسکون کا گہوارہ بن سکے گا اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا، کیا آپ کو معلوم ہے انگریزوں کی

حکومت کتنی وسیع وعریض تھی کہ سورج غروب نہیں ہوتا تھا کہیں نکلو گے کوئی نہ کوئی ایسا ضرور مل جائے گا جہاں آفتاب روشن ہوگا اس لئے برٹش امپائر سے، ہندوستان کا آزاد کرانا کوئی آسان کام نہ تھا یہاں سے لیکر عدن تک اس کی حکومت تھی اور ایک خواب تھا کہ کبھی ملک آزاد ہوگا لیکن ہندو مسلم اتحاد تھا، اپنے کلچر کے اختلاف کے باوجود اپنی زبان کے اختلاف کے باوجود باہم مربوط تھے اور اس طرح ملے ہوئے تھے جس طرح گھی اور شکر دودھ اور پانی ملا ہوتا ہے۔ بالآخر انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا اس کے بعد تین چیزیں گاندھی جی اور ان ساتھیوں نے اور مولانا ابوالکلام آزاد نے پیش کی تھیں کہ یہ شرطیں جب تک رہیں گی ہندوستان آزاد رہے گا، پرامن رہے گا، خوش حال رہے گا۔

وہ تین چیزیں ہیں۔

ایک سیکولرزم دوسری جمہوریت اور تیسرا عدم تشدد

یہ تین چیزیں ہیں جو ضروری ہیں ملک کی بقاء کیلئے، یہ رہیں گی تو ملک رہے گا، اسکالرز بھی سن لیں، ہسٹورین بھی سن لیں، اور سب سن لیں اور لوح دل پر محفوظ کرلیں کچھ بھی ہوجائے یہ ملک ان تین چیزوں کے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ جس طرح سے ہوا اور پانی ضروری ہیں انسان کی بقاء کے لئے اسی طرح یہ تین چیزیں ضروری اور لازمی ہیں ملک کے اندر امن وامان اور سکون واطمینان قائم کرنے کیلئے اور اگر ایسا نہیں کرسکتے ہیں تو یاد رکھئے۔ ہندوستان کا نام دوسرے ملکوں میں بدنام ہوجائے گا۔ آپ کو کیا معلوم کہ ہندوستان کا نام باہر ملکوں میں کس ادب واحترام کیساتھ لیا جاتا ہے، یہاں ایسی ایسی شخصیتوں نے جنم لیا جنہوں نے تن تنہا ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں جو یورپ وامریکہ میں پوری اکیڈمی اور پوری تنظیم مل کر کرتی ہے، اگر سنا

نے پر آؤں تو گھنٹوں لگ جائیں۔ لیکن آپ لوگوں کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا ہوں، خدارا سر جوڑ کر بیٹھئے اور ملک کی ترقی وارتقاء کی فکر کیجئے اور تاریخ کو الٹا سفر نہ کرائیے کہ پہلے کیا تھا اب کیا ہوگا۔ اسکو پہلی حالت میں آنا چاہئے، اس میں سوائے اختلاف وانتشار اور لڑائی جھگڑے کے کچھ نہیں ہوگا، اگر ہمارے جنگ آزادی کے رہنماؤں کو کسی وقت یہ اندازہ ہوتا یا تصور میں آتا کہ ملک کے آزاد ہونے کے بعد ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ ملک کے ذمہ داروں کی تنگ نظری اور غلط کاری کی بنا پر انگریزوں کی حکومت کا دور یاد آنے لگے گا اور سب تمنا کرنے لگیں گے تو آپ یقین مانئے کہ ان کے عزم وہمت اور جوش وخروش میں کمی آجاتی۔ ان کے دل اور قوت عمل کو بڑا دھکا لگتا۔ ان کی تقریروں میں وہ زور اور ان کی جدوجہد میں وہ جوش وخروش نہ رہتا اور یہ جنگ آزادی اس نیک نامی کے ساتھ نہ لڑی جاتی۔ آخر میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ ملک کو آگے بڑھانے کیلئے کسی کے مذہب میں مداخلت کرکے، اس کے جذبات کو ٹھیس پہونچانا اچھی بات نہیں ہے۔ یہ خدائی فیصلہ ہے کہ یہاں ہر قوم کے ماننے والے بستے ہیں اور تا قیامت ایسا ہی رہے گا اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا پیدا ہی نہ کرتا، اللہ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ملک میں امن وامان قائم فرمائے۔ آمین۔

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت کو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

بدگمانی، بغض وحسد شیطانی کام ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ● صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

جسے عزتِ مسلم کا کچھ اعتراف نہیں　　وہ لاکھ سجدے کرے گناہ معاف نہیں
دلوں میں بغضِ مومن بدن پہ حج کا لباس　　تیرے نصیب کا چکر ہے یہ طواف نہیں

اے ایمان والو! بہت زیادہ تہمتیں لگانے سے بچو بلاشبہ بعض تہمتیں گناہ ہیں اور بھید نہ کھولو اور ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہو۔ کیا تم میں کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ

اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس کو تم لوگ ناپسند کرتے ہوئے اللہ سے ڈرو بےشک اللہ بہت معاف کرنے والا بہت مہربان ہے۔

بغض وحسد، کینہ وعداوت

برادران اسلام معزز بزرگان دین، پس پردہ بیٹھی ہوئیں عفت مآب میری ماؤں اور بہنو! آج کل ہمارے معاشرے میں بڑی برائیاں جنم لے رہی ہیں جس کی وجہ سے پورا مسلم معاشرہ تباہ وبرباد ہورہا ہے، حسد کینہ بغض عداوت چغلی غیبت، چوری معمولی معمولی باتوں پر غصہ اور ذرا سے شبہ کی بنیاد پر ایک دوسرے سے بدظن اور بدگمان ہوجانا یہ شیطانی کام ہے، غصہ کا آنا برا نہیں ہے، غصہ تو آئے گا ہی لیکن غصہ پر کنٹرول کرنا یہ بلند ہمتی ہے، غصہ میں اگر آدمی کوئی کام کرتا ہے تو عموما اس کا نتیجہ صحیح نہیں ہوتا بلکہ پچھتانا پڑتا ہے، آج کل لوگ عورتوں کو معمولی معمولی باتوں پر طلاق دیدیا کرتے ہیں، دال میں نمک تیز ہوگیا تو طلاق، روٹی کچی رہ گئی تو طلاق، کھانا وقت پر تیار نہیں ہوا تو طلاق، اور جب طلاق دیدیتے ہیں تو روتے پھرتے ہیں اور مولوی صاحب کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی شکل بتاؤ جواز کی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ان کی صحیح تربیت نہیں ہو پائے گی۔ مولوی صاحب تو وہی بتائیں گے جو شریعت میں ہے۔ اس لئے کوئی بھی کام کرو سوچ سمجھ کر کرو۔ اگر عورت سے غلطی ہوگئی تو وہ بھی تو انسان ہے صبر کرلو۔ کیا آپ ہر کام عورت کی خواہش کے موافق ہی کرتے ہیں۔ ایسا تو نہیں ہوگا، اس لئے اس شیطانی حرکت یعنی غصہ سے اپنے کو دور رکھیں اور عورت کیساتھ، بچوں کے ساتھ والدین کے ساتھ، احباء واقرباء کے ساتھ بلکہ عامۃ المسلمین کے ساتھ جس قدر ممکن ہو خیر خواہی کا ہی برتاؤ کریں۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے بدخواہی کی وہ مجھ سے علیحدہ رہے، روایت کیا اس کو مسلم نے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: دین خیر خواہی وخلوص کا نام ہے۔

اگر بدخواہی میں بدگمانی بھی آ گئی وہ بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ''

اے ایمان والو! بچا کرو بہت گمان سے بیشک بعض گمان گناہ ہوتا ہے۔

بدگمانی سب سے بڑا گناہ ہے

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے گمان سے اپنے کو بچاؤ پس بیشک گمان کرنا سب سے بڑھ کر جھوٹ ہے، روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

حقیر سمجھنا دوسرے کو، اس سے بغض وعداوت کرنا، اس کے افعال حسنہ کو محمول کرنا کسی نفسانی غرض پر، اس کی غیبت کرنا، اس کے نقصان وذلت پر خوش ہونا اس سے طرح طرح کی خرابیاں اس پر مرتب ہوتی ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ قوی قرائن کے ہوتے بھی حتی الامکان بدگمانی نہ کرے بلکہ کچھ تاویل کر کے اس کو اپنے دل سے رفع کرے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو بچشم خود چوری کرتے دیکھ کر ٹوکا۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں چور نہیں ہوں، آپ نے فرمایا۔

''میرے خدا کا نام سچا ہے میری آنکھ جھوٹی ہے''

البتہ اگر دفع کرنے پر بھی دل سے دفع نہ ہو تو اس پر مؤاخذہ نہیں مگر اس کا ذکر کرنا اس کے مقتضا کے موافق برتاؤ کرنا یہ ضرور گناہ ہے خصوصاً چغلخوری کی وجہ سے کسی سے بدگمان ہو جانا، سیدھا علاج چغل خور کا یہ ہے کہ اول تو منع کر دے کہ ہم سے کسی کی بات مت کہا کرو اور جو وہ نہ مانے تو چغل خوری کے ساتھ چغل خور کا ہاتھ پکڑ کر اس شخص سے مواجہہ کرا دے جس کی چغلی کھائی ہے۔ غالباً یا تو یہ چغل خور جھوٹا

نکلے گا اور پھر کبھی چغلی نہ کھائے گا اور اگر سچا نکلا تو وہ شخص شرمندہ ہو کر معذرت کرے گا اور اس طریق سے باہم صلح وصفائی ہو جاوے گی۔ اور جن دو شخصوں میں منہ در منہ صفائی کی باتیں ہو جاتی ہیں پھر چغلی کھانے کی ہمت ذرا کسی کو کم ہوتی ہے۔ کینہ وحسد بھی اسی غصہ کے آثار میں سے ہیں کیونکہ جب کسی پر پورے طور سے غصہ چلتا نہیں تو اندر ہی اندر گھٹ کر کینہ وحسد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج کرنا ضروری ہے۔

غصہ شیطان کی طرف سے ہے

حدیث شریف میں اس کا علاج اس طرح آیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غصہ شیطان کی جانب سے ہے اور شیطان پیدا ہوا ہے آگ سے اور آگ بجھ جاتی ہے پانی سے، سو جب تم میں سے کسی کو غصہ آیا کرے تو وہ وضو کر لیا کرے۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے۔

دوسرا علاج یہ ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کسی کو غصہ آیا کرے اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر غصہ جاتا رہے تو خیر ورنہ لیٹ جاوے روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے۔

اشارات حدیث سے سمجھ کر بعض معالجات بزرگوں نے بھی فرمائے ہیں۔

ایک تو یہ کہ یقین کرے کہ جس بات پر مجھ کو کچھ غصہ آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے سو غصہ کس پر کیا جائے۔

دوسرے یہ یاد کرے کہ جیسے میں کسی پر غصہ کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کو تو مجھ پر بڑی قدرت ہے۔ اگر وہ بھی مجھ پر اسی طرح غصہ کرے تو میں کس کی پناہ میں جاؤں گا۔

تیسرے یہ کہ وہاں سے ٹل جائے ہرگز توقف نہ کرے اور اگر غصہ کے ضبط سے حسد پیدا ہو گیا ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ بہ تکلف اس شخص سے ملاقات کر کے اس

کے ساتھ طرح طرح کی خدمت واحسان سے پیش آئے یہاں تک کہ اس شخص کے ساتھ محبت ہو جائے اور اس کا احسان ماننے لگے۔ طبعی بات ہے کہ اپنے احسان ماننے والے اور اپنے ساتھ محبت کرنے والے سے حسد باقی نہیں رہا کرتا۔

حسد بہت ہی خطرناک مرض ہے اندر ہی اندر آدمی گھٹ گھٹ کر مرتا رہتا ہے چونکہ اپنے سے زیادہ خوشحال کو جب دیکھتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ میں بھی اسی طرح ہو جاؤں مگر اس طرح بن نہیں پاتا تو دل دل میں گھٹتا رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی یہ نعمت بھی زائل ہو جائے۔

ابلیس حسد کی وجہ سے ذلیل ہوا

ابلیس لعین حسد ہی کی وجہ سے تو قہر و ذلت میں جا گرا۔ آدم علیہ السلام کی فضیلت و برتری اس سے دیکھی نہ گئی کہ یہ مٹی کا بنا ہوا پتلا اس کے لئے یہ فضائل ومناقب کہ زمین کا خلیفہ بنایا جائے اور میں نے کثیر عبادت کی مگر میری اس عبادت کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔

اس لئے فرمان خداوندی کو ٹھکرا دیا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی فضیلت و برتری اللہ کے سامنے بیان کرنے لگا کہ میں تو آگ سے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور مٹی تو ایک معمولی چیز ہے اور اس کو اوپر پھینکو تو نیچے آتی ہے، آگ کا مزاج ہے کہ اوپر اٹھتی ہے معمولی چیز کو سجدہ کرے یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کو کسی شاعر نے کہا ہے۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دنیا بکری کے مرے ہوئے بچے کے برابر ہے

آخر کار ابلیس لعین کو راندہ درگاہ کر دیا گیا اسی وقت سے اس نے انسان کو بہکانے اور گمراہ کرنے کا بیڑہ اٹھالیا اور اس کو حقیر دنیا کے اندر الجھا دیا ہے۔ دنیا کی حقیقت آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ایک مثال دے کر سمجھائی۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک بکری کے مرے ہوئے بچہ پر ہوا جس کے کان کٹے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کسی کو یہ بات پسند ہے کہ یہ بچہ اس کو ایک درہم میں مل جائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم تو اس کو کسی ادنیٰ چیز کے عوض بھی پسند نہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بے قدر ہے جیسا یہ تمہارے نزدیک۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

بخاری و مسلم میں عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم خدا کی میں تم پر فقر و فاقہ سے اندیشہ نہیں کرتا لیکن یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر دنیا فراخ ہو جائے جیسا پہلے لوگوں پر ہوئی تھی پھر تم اس کی رغبت کرنے لگو جیسے پہلے لوگوں نے رغبت کی تھی اور وہ تم کو برباد کر دے جیسا ان لوگوں کو اس نے برباد کر دیا۔

قناعت پسند کا حساب ہے

صحیح مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بیشک فلاح پائی اس شخص نے جو مسلمان ہوا اور گزارے کا اس کو رزق دیا گیا اور جو کچھ اس کو اللہ تعالیٰ نے دیا اس پر قناعت بھی کی۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے فرزندِ آدم میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا بھر دونگا تیرے سینہ کو غنا سے اور بند کر دوں گا تیری محتاجی کو اور اگر تو ایسا نہ کرے گا بھر دوں گا تیرے ہاتھ کو شغل سے اور نہ بند کروں گا تیری محتاجی کو۔

احمد اور ترمذی میں سہل بن اسعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔

بیہقی نے شعب الایمان میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے دوست رکھا دنیا کو، گزند پہنچایا اس نے اپنی آخرت کو اور جس شخص نے دوست رکھا آخرت کو ضرر پہنچایا اپنی دنیا کو۔ پس فنا ہونے والی چیز پر باقی رہنے والی چیز کو ترجیح دو۔

مال وجاہ تباہی کا باعث

ترمذی میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیئے جائیں وہ بھی اتنا تباہ نہ کریں گے جس قدر آدمی کے دین کو مال اور جاہ کی حرص تباہ کر ڈالتی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوکر اٹھے تو آپ ؐ کے بدن مبارک پر اس کا نشان بن گیا تھا، ابن مسعودؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر آپ ہم کو اجازت دیں تو کچھ فرش بچھا دیا کریں اہتمام کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ ؟ میری اور دنیا کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کھڑا ہو گیا پھر اس کو چھوڑ کر آگے چل دیا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے پروردگار نے مجھ پر یہ بات پیش کی کہ مکہ معظّمہ کی زمین کو سونے کی بنا دوں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں اے پروردگار بس ایک روز پیٹ بھر لیا کروں ایک روز بھوکا پڑا رہوں۔ جب بھوکا ہوں تو صبر کروں اور آپ کو یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو آپ کی تعریف کروں اور شکر کروں۔ (احمد)

شکر سے نعمتیں بڑھتی ہیں

ارشاد ربانی ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ، وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ. اگر شکر ادا کرو گے تو اضافہ کروں گا، اگر ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے، اللہ جس حال میں رکھے ہمیشہ اس کا شکر بجالانا چاہیئے، اللہ تعالیٰ شکر ادا کرنے سے مزید نعمتیں مہیا کرتے ہیں، ہمیں تو حضور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا چاہیئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ علیہ السلام دنیا سے تشریف لے گئے مگر دو وقت سیر ہو کر کھانا تناول نہیں فرمایا، مزید بیان فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو گھر میں اس دن کے کھانے کیلئے تھوڑے سے جو کے سوا کوئی چیز گھر میں موجود نہ تھی اور چند سیر جو کے بدلہ حضور ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں رہن رکھی ہوئی تھی۔ ایک دن دولت خانہ سے نکلے تو بھوکے تھے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے وہ نخلستان سے کھجور توڑ لائے اور کھانے کا سامان کیا۔ کھانا جب سامنے آیا تو نبی کریم ﷺ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا کہ یہ فاطمہ کو بھجوا دو اس نے کئی دن سے کھانا نہیں کھایا۔ 9ھ میں جب اسلام کی حکومت یمن سے شام تک پھیلی ہوئی تھی آپ ﷺ کے توشہ خانہ کی مالیت یہ تھی جسم مبارک پر ایک تہبند ایک سادی چارپائی سرہانے ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک طرف تھوڑے سے جو ایک کونے میں ایک جانور کی کھال کھونٹی پر پانی کے مشکیزے۔ ایک مرتبہ ایک بدو آتا ہے اور کہتا ہے اے محمد ﷺ یہ مال تیرا نہیں ہے، میرے اونٹ کو لاد دے، آپ ﷺ نے اس کے اونٹ کو جو اور کھجور سے لاد دیا اور اس کے کہنے کا برا نہ مانا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي. میں بانٹنے والا اور خزانچی کی

حیثیت رکھتا ہوں اصل دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔اس سے ہمیں یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ اگر اپنے ماتحتوں سے کوئی ناگواری پیش آئے تو اس کو برداشت کرلیں نہ کہ فوراً اپنے اقتدار کو استعمال کریں کیونکہ اصل معافی تو یہی ہے کہ آپ اپنے چھوٹوں کی غلطیاں معاف کریں کیونکہ اگر بڑا غلطی کرتا ہے تو آپ بدلہ ہی نہیں لے سکتے ہیں تو معاف کرنے کے علاوہ چارہ ہی کیا ہے۔مگر یہ معاف نہیں ہے بلکہ یہ تو مجبوری ہے۔اللہ تعالیٰ ہم کو شیطانی اعمال سے بچائے اور رسول اکرم ﷺ کے طریقہ پر چلائے۔آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

حضور اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کا حج

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم.

اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی۔

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

معزز سامعین بزرگو، بھائیو اور نوجوانو! اور پس پردہ بیٹھی ہوئیں ماؤں اور بہنو! یہ حج کا مبارک مہینہ ہے۔اس لئے مناسب اور ضروری ہے کہ حج سے متعلق کچھ اہم اور ضروری باتیں آپ حضرات کی خدمت میں پیش کردی جائیں اور یہ بھی بتادیا جائے کہ حج کا طریقہ کیا ہے نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین نے کس طرح حج کیا ہے؟ حج

بیت اللہ دیگر انبیاء علیہم السلام بھی کرتے تھے اور بالکل صحیح صحیح کرتے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا اور اہل مکہ زمانۂ کفر میں بھی حج کیا کرتے تھے۔لیکن کافی عرصہ سے کوئی نبی ورسول نہیں آیا جو ان کو صحیح حج کا طریقہ بتائے اس لئے یہ لوگ ٹھیک طریقہ سے حج نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ طواف کعبہ ننگے بدن کرتے تھے۔لیکن کعبہ کا احترام اپنے دل میں حد درجہ رکھتے۔جب آپ ﷺ نے 10ھ میں صحابہ کے ایک جم غفیر کے ساتھ حج کیا جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے تو حج کا صحیح اور درست طریقہ تعلیم دیا چونکہ یہی آپ ﷺ کا پہلا اور آخری حج تھا اور صحابہ کرام کی اتنی بڑی تعداد تھی اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔آپ ﷺ مسلمانوں کے اس بڑے اجتماع کے بعد وفات پاگئے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سرکار دوعالم ﷺ کی ایک ایک نقل وحرکت کو بڑے غور سے دیکھا اور محفوظ رکھا اور جو نہیں معلوم تھا اسے پوچھ کر معلوم کیا اور صحابہ کرام نے اس امانت کو آنے والی نسلوں تک بڑی احتیاط کے ساتھ پہونچایا۔آج اگر ہم معلوم کرنا چاہیں تو ایک ایک حکم ہم کو صحیح صحیح معلوم ہوجائے گا کہ آپ ﷺ نے اور خلفاء راشدین نے حج کے کس رکن کو کس طریقہ سے ادا کیا۔

حج انسان کو گناہوں سے پاک کردیتا ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور نہ تو اس نے شہوانی باتیں کی اور نہ ہی کوئی گناہ کیا تو وہ ایسا لوٹے گا جیسا اس دن تھا جب اس کو اس کی ماں نے جنا تھا(مشکوٰۃ) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حج مقبول کا جنت کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں۔رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا حج اور عمرہ پے درپے کیا کرو کیونکہ وہ دونوں محتاجگی اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونا چاندی کا میل دور کرتی ہے اور حج مقبول کا صلہ تو بس جنت ہی ہے۔

اسلامی سال کی ابتداء محرم الحرام سے ہوتی ہے اور آخری مہینہ ذی الحجہ کا ہے اور یہ اتفاق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور بندگانِ مومن کو سبق دیتا ہے کہ سال کی ابتداء جس ماہ محرم سے ہوتی ہے وہ مہینہ اسلام میں بہت پہلے سے ہی اہمیت کا حامل ہے اس میں اور بہت سے واقعات پیش آئے جیسے آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ان کو زمین پر بھیجنا اسی طرح موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے نجات دینا وغیرہ اس ماہ محرم کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے منسوب فرما کر شہادت حسین میں اور فضیلت بڑھادی گئی اس طرح اسلامی سال کے پہلے مہینہ میں اسلام کی سربلندی اور سرخروئی کے لئے اور حق وباطل کی جنگ میں حق کو سرنگوں نہ ہونے دینے کیلئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی اور بہتّر (۷۲) ساتھیوں کی قربانی پیش کی اور یہ بتادیا کہ اللہ اور اس کے رسول اور دین اسلام کے لئے مؤمن کا اپنی جان کو قربان کردینا ہی انسانی زندگی کی معراج ہے اور اس سے انسان سرخرو ہوتا ہے۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

دوسری طرف اسلامی سال کی انتہاء آخری مہینہ ذی الحجہ ہے جس میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یاد تازہ کرائی جاتی ہے کہ کس طرح ایک محترم باپ نے اپنے چہیتے بیٹے کو (جو بڑھاپے میں عطا ہوا تھا) اللہ تعالیٰ کے حکم سے وادیٔ منیٰ میں ذبح فرمانے کی پوری کوشش کرڈالی اور اللہ کے حکم پر اپنے فرزند کو ذبح کرنے کیلئے چھری گلے پر رکھ کر چلا بھی دی اللہ تعالیٰ کو امتحان مقصود تھا،جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کامیاب ہوئے اور خلیل اللہ کا لقب عطا ہوا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ ہم اپنے کامیاب بندوں کو ایسا ہی اجر دیتے ہیں کہ اللہ کی محبت پر کائنات کی کوئی شئی حقیقت نہیں رکھتی حتیٰ کہ اپنی

اولاد اور عزیز واقارب کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے، بندۂ مومن کو ان پیش آنیوالے واقعات پر غور کرنا چاہئے اور قربانی کے جذبات سے سرشار ہونا چاہئے کم از کم اپنی خواہشات اور غلط آرزوؤں کو تو قربان کریں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی شخص اس وقت تک مؤمن بن نہیں سکتا جب تک کہ اس کی تمام خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہوجائیں، آپ عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت کو سمجھیں۔

فضائل عشرۂ ذی الحجہ

یہ حج کا مہینہ ہے اس لئے اس کا نام ذی الحجہ ہے اس کے شروع کے دس دن نہایت بابرکت اور قیمتی ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں جمعہ کو اور سال کے بارہ مہینوں میں رمضان المبارک کو، اور رمضان المبارک میں بھی خصوصیت سے اس کے آخری دس دنوں کو خاص اہمیت اور فضیلت بخشی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان دس دنوں کو بھی رحمت وانعام کا خاص عشرہ قرار دیا ہے اور اسی لئے حج کا اہم فریضہ بھی انہیں دنوں میں رکھا گیا ہے۔ ان دس دنوں کی عظمت کا آپ اس سے اندازہ کیجئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان دس دنوں کی قسم کھائی ہے کہ فجر کے مبارک وقت کی اور دس راتوں کی، سورۃ الفجر اس آیت میں یہی ذی الحجہ کے شروع کے دس دن مراد ہیں اسی طرح سورۃ الحج کی آیت نمبر 28 میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا نام لیں مقررہ دنوں میں یہاں بھی بقول حضرت ابن عباس یہی عشرہ مراد ہے۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو نیک اعمال جتنے ان دس دنوں میں محبوب ہیں اتنے کسی اور وقت میں نہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نظر میں نیک

اعمال جس قدر باعظمت اور محبوب ان دس دنوں میں ہیں اتنا کسی اور وقت میں نہیں، اس لئے ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ اللہ کی توحید اور اس کی حمد وثنا کیا کرو۔ ان دنوں کا خاص عمل حج کے لئے گئے ہوئے لوگوں کے لئے اعمال حج ہیں باقی لوگوں کے لئے تیسرا کلمہ اور تکبیرات تشریق: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل ہوا ہے کہ ان دنوں کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (ترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ان دس دنوں کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ ان میں کا ہر دن ہزار دنوں کے برابر ہے اور عرفہ کا دن نویں تاریخ دس ہزار دنوں کے برابر ہے۔

عبادت اور ذکر الٰہی کی اس عام ہدایت کے علاوہ عیدین کی راتوں کو عید کی تیاریوں میں غفلت کے ساتھ گذارنے کے بجائے اسے عبادت اور یاد الٰہی سے آباد کرنا چاہئے۔

فضائل یوم عرفہ

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو عرفہ کے دن روزہ رکھتا ہے خدا اس کو اس دن جتنے مسلمان روزہ دار ہوں یا بے روزہ دار ہوں سب کے برابر ثواب عنایت فرماتا ہے اور ستر ہزار فرشتے قیامت کے میدان میں اس کے ساتھ جائیں گے۔ نیز قیامت سے پل صراط اور پل صراط سے جنت تک، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک جنت میں موتی یا قوت زبرجد،

سونے اور چاندی کے محل ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کس کیلئے آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا جو عرفہ کے دن روزہ دار ہو کر صبح کرتا ہے خدا اس پر خیر کے تیس دروازے کھولتا ہے اور شر کے تیس دروازے بند کرتا ہے اور جب بندہ افطار کرتا ہے، پانی پیتا ہے تو اس کے بدن کی تمام رگیں اس کیلئے استغفار کرتی ہیں۔

حکایت : ابن خارودؒ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ طلب علم کے لئے نکلا عرفہ کی شام کو قوم لوط کے شہر پر ہمارا گزر ہوا میں نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ اس شہر میں چلیں اور خدا کا شکر ادا کریں کہ خدا نے ہم لوگوں کو اس بلا سے نجات دی جس میں یہاں کے لوگوں کو مبتلا کیا ابھی گھوم ہی رہے تھے کہ ایک بے داڑھی اور گرد آلود چہرے والے پر نظر پڑی، میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کچھ جواب نہیں دیا ہم نے کہا تو شاید شیطان ہے وہ بولا ہاں، ہم نے اس سے پوچھا تو کہاں سے آرہا ہے؟ اس نے کہا عرفات سے ان لوگوں کے پاس سے آرہا ہوں جو پچاس برس سے گناہ میں مبتلا تھے، آج ان لوگوں پر خدا کی رحمت نازل ہوگئی۔ ان لوگوں کے گناہ کو معاف کر دیا گیا اسی لئے اپنے سر پر خاک اڑاتا ہوا آرہا ہوں کہ ذرا میرا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

ذی الحجہ کے مہینہ کے ان نو دنوں میں روزہ رکھنا مسنون ہے حضور ﷺ ان روزوں کا اہتمام فرماتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان چار کاموں کو حضور ﷺ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ

ذی الحجہ کے شروع کے نو روزے

ہر مہینہ کے تین روزے

فجر سے پہلے کی دو سنتیں۔

خاص طور پر عرفہ کے روزہ کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (ترمذی)

اعلان کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حج کے واسطے چلے گئے تو سورہ برات نازل ہوئی، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجیں کہ وہ لوگوں میں حج کے روز اس کا اعلان کر دیں تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ کام میرے اہل بیت ہی میں سے کر سکتے ہیں، پھر آپ نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا جاؤ اور حج میں قربانی کے روز جب لوگ منیٰ میں جمع ہوں تو سورہ برات کے شروع کی آیات سب کو پڑھ کر سنا دو اور اعلان کر دو کہ جنت میں کافر داخل نہ ہوگا اور آئندہ سال سے مشرک حج کو نہ آئیں اور نہ ہی کوئی شخص برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرے چونکہ مشرکین مکہ اور دیگر لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ ہم لوگ اسی کپڑے میں شراب پیتے زنا کرتے لوگوں کا مال لوٹتے ہیں اسلئے ان کپڑوں میں اللہ کے گھر کا طواف کرنا مناسب جانتے تھے ان مشرکین نے بہت سی بدعات خرافات کو جنم دے رکھا تھا چنانچہ سیرت النبی ﷺ میں علامہ شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت عام پر دنیا نے جو لبیک کہا تھا اور ہر سال عرب کے دور دراز اطراف سے لوگ حج کو آتے تھے لیکن ایک طرف یہ افسوس ناک انقلاب ہوا کہ جو گھر خالص توحید کیلئے تعمیر ہوا تھا وہ تین سو ساٹھ بتوں کا تماشہ گاہ بن گیا دوسری طرف اس کی تولیت کا سب سے زیادہ حق جس کو تھا وہ یہاں سے نکلنے پر

مجبور ہوا اور پورے آٹھ سال تک ادھر آنکھ اٹھا کر دیکھ بھی نہ سکا، حج کی رسم اگرچہ کفار نے قائم رکھی تھی لیکن اس کی صورت بالکل جدا تھی اور حج میں اس قدر بدعات کا اضافہ کر دیا گیا تھا کہ ثواب کے بجائے عذاب کا کام بن گیا تھا۔ اہل عرب حج میں جمع ہوتے تھے تو خدا کے بجائے اپنے باپ دادا کے حسب ونسب اور ان کے کارنامے بیان کرتے تھے اور حج ودیگر تمام عبادات مثلاً نماز روزہ زکوٰۃ کا اصل مقصد جو خدا کا ذکر اور توجہ الی اللہ ہوا کرتا ہے، اہل عرب زمانہ جاہلیت میں اس سے بالکل ہٹ گئے تھے۔ چنانچہ حج میں ایسے اعمال شامل کر لئے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول نہیں تھے وہ ان پر محض افتراء تھے اور ان میں غیر اللہ کو شریک بنانا بھی تھا اور تلبیہ اس طرح پڑھنا کہ آپ کا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک جو آپ کا ہے۔ اسی طرح منات بت جو قبیلہ خزاعہ اور ہذیل کا بت تھا جس کو مکہ والے بھی مانتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اسلام سے پہلے منات بت کے لئے احرام باندھنے کو انصار مدینہ نے اپنی خاص علامت بنالیا تھا اور اسی کا طواف بھی کرتے تھے حالانکہ مقاصد حج میں سے ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگاریں قائم رکھی جائیں اور صفا ومروہ کا طواف اسی عہد کی یادگار ہے۔ اسی رسم بد کی بیخ کنی کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ترجمہ :صفا ومروہ خدا کی یادگار ہیں اس لئے جو شخص حج یا عمرہ کرے تو اس کو دونوں مقاموں کا طواف بھی کرنا چاہئے۔ اسی طرح رسوم حج میں ایک بری چیز جو قریش نے اسلام کے خلاف قائم کر دی تھی کہ وہ عرفات کو نہیں جاتے اور کہا کرتے تھے ہم لوگ حرم کے کبوتر ہیں ہم لوگ حدود حرم سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہ ہم لوگوں کے خاندان کی توہین ہے، وہ لوگ مزدلفہ جا کر ٹھہر جایا کرتے تھے باقی اہل عرب عرفات

میں جمع ہوتے اور وہاں سے چل کر مزدلفہ پھر منیٰ کو آتے تھے، چونکہ اسلام کا اصول مساوات عامہ ہے اور عبادات میں سب یکساں ہیں اس طرح کی امتیازی شان کو جس سے اجتماعیت کے بجائے انفرادیت ظاہر ہو اسلام منع کرتا ہے اور حکم ربی آ گیا۔

ترجمہ: زمانہ جاہلیت میں ایک فاسد خیال یہ بھی چلا آ رہا تھا کہ حج کے ساتھ عمرہ کو جائز نہیں جانتے تھے، وہ لوگ کہا کرتے تھے بدترین گناہ یہ ہے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کیا جائے وہ لوگ کہا کرتے تھے جب سفر کا مہینہ گذر جائے اور حجاج کے اونٹوں کے زخم مندمل ہو جائیں اور حجاج کے قافلوں کے نشانات بارش وغیرہ سے مٹ جائیں تو جو عمرہ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

چنانچہ حجۃ الوداع میں عملی طور پر اس غلط تصور کو مٹا دیا گیا حالانکہ اس میں دور دراز کے لوگوں کے لئے سخت پریشانی تھی ان کو عمرہ کیلئے نئے سفر کی زحمت برداشت کرنی پڑتی تھی، صحابہ کرام حج کا احرام باندھ کر مکہ آئے تھے، حضور ﷺ نے حکم دیا کہ نیت بدل دیں اور افعال عمرہ کر کے احرام کھول دیں، پھر مکہ ہی سے حج کا احرام باندھیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس سلسلہ میں سختی بھی برتی کہ پرانی عادت اور دلوں میں بیٹھی ہوئی بات نکل جائے۔

سید الکائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

آپ ﷺ نے نبوت کے بعد دو حج کئے ایک قبل ہجرت ایک بعد ہجرت اور روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے قبل نبوت بھی حج کئے ہیں۔ آپ ﷺ کے عمروں کی تعداد احادیث میں چار مذکور ہے۔ مسلمانوں کیلئے وہی حقیقی اسوہ اور قابل تقلید نمونہ ہے جس کی پیروی حج کی مقبولیت اور نجات آخرت کی ضمانت ہے۔ یہاں تبرکاً صرف چار واقعے عرض کرتا ہوں۔

حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو صفا و مروہ کے درمیان اونٹ پر اس طرح سعی کرتے دیکھا ہے کہ **لَا جَرْبَ وَلَا طَرْدَ وَلَا اِلَیْکَ اِلَیْکَ.** (مشکوٰۃ) نہ کسی کو مارنا تھا نہ ہنکانا، نہ ہٹو بچو، یعنی امیرانہ ٹھاٹھ سے نہیں بلکہ فقیرانہ انداز میں سعی فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں صرف ایک اونٹنی تھی اس پر سوار بھی ہوتے تھے اور اسی پر سامان بھی لدا ہوا تھا، اس کا کجاوا بوسیدہ تھا، اور قطیفہ (گدھا) صرف چار درہم کی قیمت کا تھا اور زبان مبارک پر یہ کلمات جاری تھے۔ **اَللّٰھُمَّ حُجَّةٌ لَا رِیَاءَ فِیْھَا وَلَا سَمِعَةَ** (بخاری) اے اللہ یہ وہ حج ہے جس میں نام و نمود اور شہرت کی خواہش کو دخل نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ حجر اسود کے سامنے آئے اور اپنے لب ہائے مبارک اس پر رکھ کر دیر تک روتے رہے، اتفاق سے ایک بار آپ کی نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی رو رہے ہیں، تو ارشاد فرمایا کہ "**ھٰھُنَا تُسْکِبُ الْعِبْرَاتِ یَا عُمَرُ**" اے عمر یہ جگہ آنسو بہانے کی ہے (ابن ماجہ)

ایک بار طواف کی حالت میں نعل مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا، ایک صحابی نے فوراً اپنے جوتے کا تسمہ نکال کر آپ کے نعل میں لگانا چاہا تو آپ راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ اثرہ (اپنے کو دوسرے کے مقابل میں ترجیح دینا) ہے اور میں اس کو پسند نہیں کرتا۔

حج کی فرضیت اور مشرکین کا بیت اللہ میں داخلہ ممنوع

حج کی فرضیت ذی قعدہ 9 ہجری میں ہوئی اور اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کو حج کرنے کا موقع نصیب ہوا اس سے پہلے اس پاک گھر کا مادرزاد ننگے ہو کر طواف ہوتا تھا اور اس گھر میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے ماہ ذی قعدہ 9 ہجری میں حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحجاج بنا کر تین سو صحابہ

کرام کا قافلہ حج کو بھیجا گیا، نزول اسلام کے بعد اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ پہلا حج تھا جس سے اسلامی شان و شوکت اور خدا کے مقدس گھر کی عظمت ادب و احترام کا مشاہدہ ہو رہا تھا اور اسلام میں داخل ہونے والے صحابہ کرام نے جو ماضی میں کفار تھے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حرم پاک کا داخلہ بند

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب حج پر روانہ ہو گئے تو سورہ برأت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتلا دیں اور سورۂ برات کی ابتدائی چالیس آیتیں سنا دیں اور اعلان کر دیں۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو مشرک لوگ ناپاک ہیں سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔

قرآن کریم کے اس اعلان کے بعد آنحضرت ﷺ نے جزیرۃ العرب سے مشرکین اور یہود نصاریٰ سب کو نکل جانے کا حکم دیدیا اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق یہ حکم عملاً نافذ کر دیا گیا، سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مسائل حج بتلائے اس کے بعد اسی مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ سورہ برأت کی آیتیں اور احکامات لوگوں کو سنا دیں تاکہ مشرکین بھی سن لیں، چنانچہ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضور ﷺ رمضان شوال اور ذی قعدہ کے مہینہ میں مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے 7 ذی قعدہ میں مسلمانوں کا امیر الحجاج بنا کر حج کے واسطے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ اس کے بعد سورہ برأت اس عہد کو توڑنے کے واسطے نازل ہوئی جو حضور ﷺ اور مشرکین کے درمیان میں تھا کہ خانہ کعبہ میں آنے سے روکا نہ جائے اور نہ اشہر حرم میں کوئی کسی سے خوف کرے، یہ عہد عام طور پر سب لوگوں سے تھا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ اسلام میں سب سے پہلے امیرالحج ہیں۔ حج کی فرضیت کے بعد پہلا حج اسلام کی تاریخ میں جو ہوا وہ آپ کی سرکردگی میں ہوا۔ آنحضرت نے ان کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا تھا۔ اس کے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس حج کیا ہے آپ خلیفہ ہوئے تو پہلے سال آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا اور دوسرے سال خود گئے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عبداللہ بن عوفؓ کو حج پر عامل مقرر کیا یعنی اس اہم فریضہ کی ادائیگی اور اس انتظام کے لئے ان کو اپنا قائم مقام مقرر کیا لیکن اس کے باوجود اپنے عہد خلافت میں ہر سال حج کے لئے حاضر ہوتے رہے، آپ کی مدت خلافت دس سال ہے۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں عامل حج حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا لیکن خود بھی اپنے عہد خلافت میں ہر سال حج کرتے تھے اور ازواج نبی کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ان کی خلافت کے پہلے سال نکسیر کے عارضہ میں اس کثرت سے لوگ مبتلا ہوئے کہ اس کا نام ہی ''سنۃ الرعاف'' پڑ گیا تھا، خود حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی اس میں مبتلا ہوئے اور اسی وجہ سے اس سال حج نہ کر سکے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تقریباً پانچ سال ہے اور یہ پورا زمانہ سخت ابتلاء اور آزمائش کا زمانہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایسی پریشانیوں کا سامنا تھا کہ شاید ان کا ایک دن بھی اطمینان وسکون سے گزرا ہو، اس لئے وہ خود اس مدت میں حج کو نہ جا سکے مگر ان کی طرف سے نیابتاً کبھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور کبھی قثم بن عباس کی سرکردگی میں یہ فریضہ ادا ہوا۔ ہاں حجۃ الوداع کے سال وہ یمن سے آکر شریک حج ہوئے تھے اور اس حج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے جانور لے گئے تھے۔ ان میں سے 30 جانور خود آپ نے اپنے ہاتھوں سے ذبح کئے اور باقی جانوروں کو جن کی تعداد ستر تھی آپ کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کیا اور گوشت اور کھال کی تقسیم کا کام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے سپرد کیا۔ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی خلافت سے پہلے بھی انہوں نے حج کئے ہیں، چنانچہ ایک حج کا ذکر مجمع الزوائد 3/225 میں ہے، جس میں ان کے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے ایک حج کا ذکر صحیح بخاری وغیرہ میں ہے اس سال ان حضرات کے ساتھ جن تابعین کو بیعت کا شرف حاصل ہوا ان میں حضرت سعید بن المسیبؒ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ اور حضرت حریث بن سلیم رضی اللہ عنہ اور صحابہ میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''جب کسی حج کرنے والے سے تمہاری ملاقات ہو تو اس کے اپنے گھر میں پہونچنے سے پہلے اس کو سلام کرو اور مصافحہ کرو اور اس سے مغفرت کی دعا کے لئے کہو۔ کیونکہ وہ اس حال میں ہے کہ اس کے گناہوں کی مغفرت ہو چکی ہے۔ (اس لئے اس کی دعا کے قبول ہونے کی خاص توقع ہے۔'' (مسند احمد)

حج ہر اس مسلمان مرد و عورت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے جو اس کی طرف جانے کی ذہنی، جسمانی اور مالی طاقت رکھتا ہے۔ فریضہ حج اسلام کی ایک انوکھی خصوصیت ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقاصد کے حصول کیلئے فرض کیا ہے۔ حج بلاشبہ کثیر المقاصد اور کثیر الفوائد عبادت ہے جس کے دینی اور دنیاوی فوائد اس قدر ہیں کہ انہیں مکمل طور پر شمار کرنا بھی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس حقیقت کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

یعنی لوگ یہاں آئیں اور آکر دیکھیں کہ حج میں ان کیلئے کیسے کیسے دینی اور دنیاوی فوائد ہیں۔

اگر غور کریں تو محسوس ہوگا کہ اسلامی تعلیمات کا کوئی ایسا گوشہ باقی نہیں بچتا جس کی تعلیم دوران حج بلاواسطہ یا بالواسطہ نہ دی گئی ہو۔ اتفاق اور اتحاد کی تعلیم، قربانی وایثار کی تعلیم، نظم وضبط کی تعلیم، دعوت وجہاد کی تعلیم، یکسوئی ویکجہتی کی تعلیم، مساوات ومواخاۃ کی تعلیم، امن وسلامتی کی تعلیم، وحدت ملت کی تعلیم، رجوع الی اللہ کی تعلیم، اتباع سنت کی تعلیم اور عقیدہ توحید کی تعلیم۔ لہٰذا جب کوئی حاجی حج کر کے ایسی تعلیمات لے کر واپس آتا ہے تو اس کا استقبال اس کے گھر پہنچنے سے قبل کیا جائے اور اس سے اپنے حق میں دعاء بھی کروائی جائے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد ہیں'' اگر وہ اس سے دعا کریں تو وہ ان کی دعا کو قبول فرمائے اور اگر وہ اس سے مغفرت طلب کریں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔'' (بحوالہ ابن ماجہ)

اس لئے گذشتہ زمانے میں یہ دستور تھا (اور اب بھی کچھ ملکوں اور علاقوں میں ہے) کہ جب حجاج اپنے گھر واپس آتے تھے تو لوگ ان کے استقبال کے لئے جایا کرتے تھے اور ان کی غرض یہ ہوتی تھی چونکہ اس شخص کی مغفرت ہو چکی ہے اور یہ

گناہوں سے پاک ہو کر آیا ہے اس سے مل کر مصافحہ کریں۔ اس سے قبل کہ وہ دنیا کے معاملات میں دوبارہ ملوث ہو جائے۔ چنانچہ اس حدیث پاک میں بھی حاجی سے سلام ومصافحہ کرنے کے لئے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ اس وقت تک دنیا میں ملوث اور اپنے اہل وعیال میں مشغول نہیں ہوتا اس وقت تک وہ راہ خدا ہی میں ہوتا ہے اور گناہوں سے پاک وصاف ہوتا ہے اور اس صورت میں حاجی چونکہ مستجاب الدعوات کے زمرے میں ہوتا ہے اس لئے فرمایا کہ اس سے اپنے لئے مغفرت بخشش کی دعا کراؤ تا کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اور تمہیں مغفرت اور بخشش سے نوازے۔

ایک اور روایت میں اس طرح آتا ہے کہ پانچ لوگ ایسے ہیں جن کی دعائیں ایسی ہیں جو رد نہیں کی جاتیں، ایک حاجی کی دعا یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے، دوسری مجاہد کی یہاں تک کہ وہ واپس آجائے۔ تیسری مظلوم کی دعا یہاں تک کہ اس کی فریاد رسی کر دی جائے۔ چوتھی مریض کی دعا یہاں تک کہ وہ شفایاب ہو جائے اور پانچویں بھائی کی دعا اپنے بھائی کیلئے جو اس کی غیر موجودگی میں کی جائے۔ (الحدیث)

ان تمام احادیث کی روشنی میں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے حج کی استطاعت نہیں دی ہے وہ کم از کم حاجی کا ستقبال کر کے اور اس سے اپنے حق میں دعا مغفرت کرائیں، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حج کی استطاعت اور اس کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

حج کرنے والوں کے متعلق جہاں بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں وہیں استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں پر بڑی وعیدیں بھی آئی ہیں۔ قدیم زمانہ میں اسفار طویلہ کی صعوبتیں اور مشقتیں جھیل کر اللہ کے عشق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں شمع کے پروانوں کی طرح بیت اللہ کے دیدار اور روضہ اقدس کی

زیارت کے لئے بے سروسامانی کے عالم میں چل پڑتے، نہ زادِ سفر ہے نہ کھانے پینے کی فکر ہے۔ نہ سفری طوالت مانع ہے سینکڑوں اور ہزاروں میل کا سفر پیدل ہی طے کرلیا کرتے۔ حضرت شقیق بلخی کہتے ہیں مجھے مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک اپاہج ملا جو گھسٹ کر چل رہا تھا۔ میں نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگا سمرقند سے، میں نے پوچھا وہاں سے چلے کتنا عرصہ گذرا؟ کہنے لگا دس برس سے زیادہ ہو گئے میں بڑے تعجب اور حیرت سے اسے دیکھنے لگا وہ کہنے لگا شقیق کیا دیکھ رہے ہو۔ میں نے کہا تمہارے ضعف اور سفر کی درازی سے تعجب میں پڑ گیا۔ کہنے لگا شقیق سفر کی دوری کو میرا شوق قریب کرے گا اور میرے ضعف کا متحمل میرا مولیٰ ہے۔ اے شقیق تم ایک ضعیف بندے پر تعجب کر رہے ہو جس کو اس کا مالک اٹھائے لے جا رہا ہے پھر اس نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

''میرے آقا میں آپ کی زیارت کو جا رہا ہوں اور عشق کی منزل کھٹن ہے، لیکن شوق اس شخص کی مدد کیا کرتا ہے جس کی مال مدد نہیں کرتا، جس کو راستہ کی ہلاکت کا خوف ہو جائے وہ عاشق ہر گز نہیں ہے۔ اور نہ وہ عاشق ہے جس کو راستوں کی سختی ارادے سے روک دے۔

راہ بایم یانہ بایم آرزوئے می کنم
حاصل آید یانہ آید جستجوئے می کم

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حج مقبول ومبرا عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

چھینک اللہ کی عظیم نعمت ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى. يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کشمکش انقلاب
صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

بزرگان محترم وعزیز دوستو! انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو زندگی عطا فرمائی، یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ نعمت تو اس لئے

کہا جاتا ہے کہ انسان اس کے ذریعہ اپنی آخرت کو درست کرتا ہے اور ابد لآباد، ہمیشہ والی زندگی جس کو عقبیٰ والی زندگی کہتے ہیں، اسکو حاصل کرنے اور اس کو درست کرنے کا اس کی زندگی میں موقع ملتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو عظیم نعمت قرار دیا ہے اور امانت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ زندگی ہمیشہ کیلئے نہیں دی بلکہ ایک وقت مقرر کر دیا کہ ہم کو یہ امانت اتنے دنوں اور اتنے برسوں کیلئے دے رہے ہیں اور جب یہ مقررہ وقت آئے گا تو ہم یہ امانت تم سے واپس لے لیں گے، فرمایا: اِذا جاءَ اَجلھُمْ لایَسْتأخِرُون سَاعةً وَّ لا یَستَقْدِمُوْنَ. جب انسان کا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آتا ہے تو ایک لمحہ بھی انسان اپنی مرضی سے اس دنیا میں نہیں رہ سکتا۔

لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے — اپنی خوشی آئے نہ اپنی خوشی چلے
بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے — پر کیا کریں جو بے دل لگی چلی چلے

انسان کو دنیا میں آنے کا خود سے اختیار نہیں نہ ہی یہاں سے جانے کا اس کو اختیار ہے۔ انسان ہر اعتبار سے معذور ہے لیکن اس کا نفس اس کو ہمیشہ بہلاتا او ر پھسلاتا رہتا ہے کہ تو بہت عقلمند ہے تو بہت صلاحیت والا ہے۔ تیرے اندر اللہ نے بے شمار خوبیاں رکھی ہیں۔ اس بہلانے پھسلانے کی وجہ سے انسان نے فرعون ہونے کا دعویٰ کیا اور نمرود ہونے کا دعویٰ کیا اور کبھی بش ہونے کا دعویٰ کیا یہ سارے دعوے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

زندگی بڑی نعمت ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو زندگی دی ہے یہ بڑی امانت اور بڑی نعمت ہے، میں آپ سے ان چند لمحات میں ایک چھوٹی سی بات کر کے اپنی بات کو ختم کروں گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. کہ

اے میرے بندو! اگر تم چاہو کہ میری نعمتوں کو شمار کرو تو کبھی بھی تم ان نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔ جو نعمتیں اللہ نے انسان کو عطا کی ہیں۔ ان میں کچھ مادی ہیں کچھ روحانی، کچھ جسمانی، کچھ نعمتیں ایسی ہیں جن کو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، کچھ نعمتیں ایسی ہیں جس کو انسان اپنی عقل سے سمجھتا ہے اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں جس کا انسان کو احساس وادراک ہی نہیں۔ ایسی نعمتوں کو سمجھنے کیلئے رسول پاک ﷺ نے ایک چھوٹی سی بات فرمائی ہے کہ جب انسان کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے۔ آپ کسی غیر مسلم کے سامنے یہ فلسفہ رکھیں گے تو وہ کہے گا کہ چھینک تو یہ فطری عمل ہے، انسان کو اس پر الحمد للہ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن حضور سرور کائنات ﷺ کے جو بھی فرمودات ہیں وہ انسان کی دنیوی زندگی کیلئے ہوں یا اخروی زندگی کے لئے، مادی اعتبار سے ہوں یا روحانی اعتبار سے ہوں دنیوی اعتبار سے ہوں، یا سیاسی اعتبار سے ہوں اس میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حکمتیں رکھی ہیں۔

چھینک آئے تو الحمد للہ کہو

ایک انگریز ڈاکٹر کے سامنے کسی مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو اس نے پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کہا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تیرا شکر ہے، پوچھا یہ کیوں؟ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَال کہو۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی چھینک آنے پر یہ دعا پڑھتا ہے اس کو کبھی گردہ کا درد نہیں ہوتا، دانتوں کا درد نہیں ہوتا، کانوں کا درد نہیں ہوتا، آنکھوں کا درد نہیں ہوتا، اس دعا کو پڑھنے سے گھٹنوں (گھٹیا) کا درد نہیں ہوتا، یہ سارے درد انسانوں کو نہیں ہوتے، بتایئے دعا بھی ہے دوا بھی ہے، لیکن اس کی کیا حکمت ہے، الحمد للہ کہنے کو کیوں ارشاد فرمایا گیا الحمد للہ کے معنیٰ

ہیں اے اللہ آپ کا شکر ہے۔ڈاکٹروں نے اس پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد جب تک انسان مر نہیں جاتا، اس وقت جتنے اعضاء ہیں سب میں نقائص اور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اور سب کچھ نہ کچھ کام کرنا بند کردیتے ہیں۔آدمی کے ہاتھ میں درد ہوگیا تو ہاتھ صحیح طور سے کام کرنا بند کردیتا ہے، آنکھ میں درد ہوگیا تو آنکھ صحیح طور سے کام کرنا بند کردیتی ہے۔لیکن انسان کا دل ایسا ہے کہ پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک کبھی بھی بند نہیں ہوتا۔

چھینک کے بعد قلب دوبارہ جاری ہوتا ہے

ڈاکٹروں کی تحقیقات ہے کہ جب انسان چھینکتا ہے تو ایک لمحہ (سکینڈ کو سو حصے میں تقسیم کریں تو ایک حصے کے بقدر) دل بند ہوجاتا ہے۔جب آدمی کو چھینک آتی ہے اور چھینک آنے کے بعد حرکت قلب بند ہوجاتی ہے اور بند ہونے کے بعد دوبارہ دل جاری ہوجاتا ہے تو اس کے شکرانے میں حضور ﷺ ے فرمایا کہ الحمدللہ کہو، اس لئے کہ چھینک کے بعد دوبارہ زندگی ملی ہے، یہ وہ مادی چیز ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹروں نے اس بات پر غور کیا کہ جب گاڑی کے انجن میں گرمی زیادہ ہوجاتی ہے تو اس کو خارج کیا جاتا ہے۔اسی طرح جب دماغ میں گرمی اور کچرا زیادہ ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ چھینک کے ذریعہ اس کو صاف کرتے ہیں، جب چھینک آتی ہے تو جتنا کثیف مادہ اور کچرا جمع ہوتا ہے وہ رگوں کے جھٹکے لگنے سے ناک کے ذریعہ صاف ہوجاتا ہے۔اس لئے ڈاکٹرس کہتے ہیں کہ چھینکنے والا کبھی بھی وہ پاگل و دیوانہ نہیں ہوسکتا، چھینک بڑی نعمت ہے، معمولی نعمت نہیں! لیکن اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت کہ انسان کو برابر چھینک آتی رہے تو انسان اس کا شکر ادا کرتا ہے اور وہ پاگل اور دیوانہ ہونے سے محفوظ رہتا ہے، میرے پاس ایک مریضہ آئی تو اس نے کہا

کہ میں نے فلاں ہاسپٹل میں دکھایا، میں نے غور کیا کہ اس مریضہ کی صحت تو اچھی ہے میں نے اس سے بہت سارے سوالات کئے اور میں نے کہا کہ اچھا یہ بتایئے کہ آپ کو چھینک کب آتی ہے، اور کتنی بار آتی ہے؟ تو اس کا شوہر چونک پڑا اور اس نے کہا کہ حقیقت بات یہ ہے کہ جب سے میری اس سے شادی ہوئی ہے تب سے میں نے اس کو چھینکتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔میں نے کہا کہ آپ کی شادی کتنے سال پہلے ہوئی؟ کہا کہ پندرہ سال ہوگئے میں نے کبھی اس کو چھینکتے ہوئے نہیں دیکھا تو میں نے کہا کہ اس کے دیوانہ ہونے کا یہی سبب ہے، چنانچہ جو مادہ دماغ کے اندر جم گیا تھا اس کو پگھلانے کے لئے دوا دی گئی تو دو ہفتوں کے اندر چھینک آنی شروع ہوئی اور دماغ سے کثیف مادہ نکلا اور عورت صحت مند ہوگئی۔معلوم ہوا کہ چھینک اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کو چھینک آئے تو وہ ہاتھ اپنی ناک پر رکھ لے یا کوئی کپڑا اس پر رکھ لے۔

چھینک کے ذریعہ بیماری دور ہوتی ہے

اس میں کیا مصلحت ہے؟ ہم اور آپ یہی کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے آدمی کے منہ پر چھینٹیں نہ آئیں بس اتنی ہی سمجھ ہوسکتی ہے، لیکن میڈیکل سائنس کی تحقیق بتلاتی ہے کہ ''حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب چھینک آئے جو اپنی گردن نیچی کرلو اور نیچے کر کے چھینکو'' جب اس طرح چھینکوں گے تو بہت ساری بیماریاں ناک کے ذریعہ نکل جائیں گی۔

ڈاکٹروں کی تحقیقاتی رپورٹ ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ جب آدمی ایک بار چھینکتا ہے تو چھ ہزار جراثیم اس کی ناک سے نکلتے ہیں جو دوسرے آدمی کی صحت کو نقصان

پہونچا سکتے ہیں۔اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب چھینک آئے تو اس کو کپڑے میں لے لو تا کہ دوسرا آدمی بیماریوں سے محفوظ رہے۔

مزید فرمایا کہ جب چھینک آئے تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ دوستو! آج چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا ہم لوگ بے کار و لایعنی سمجھتے ہیں۔اور کبھی خیال آ بھی گیا تو برابر والا یرحمک اللہ کبھی نہیں کہتا فرمایا کہ چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور سننے والا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے۔اللہ آپ پر رحم فرمائے کہ ابھی آپ کا دل بند ہو گیا تھا پھر جاری ہو گیا۔تو یہ اس کے جواب میں پھر کہے "یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحْ لَکُمْ" کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے اور آپ کی اصلاح فرمائے۔سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی چھینکتا ہے اور پھر شکر ادا کرتا ہے تو اس کو بہت ساری نیکیاں ملتی ہیں۔

ایک صحابی کے بچے کا واقعہ

کچھ لوگ ساٹھ ستر سال کے بوڑھے ہو جاتے ہیں لیکن ایک چھوٹی سی سنت کو ادا کرنے کا خیال تک نہیں آتا،اصحاب رسول ﷺ کا عجیب وغریب عالم تھا،ایک صحابی اپنی بیوی کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کا ایک چھ سالہ بچہ ان کے پاس بیٹھا تھا بچے کو چھینک آئی،صحابی نے یرحمک اللہ نہیں کہا تو بچے نے ماں کے کان میں کچھ شکایت کی،صحابیہ نے کہا کہ دیکھا آپ کا بیٹا کیا بول رہا ہے؟ فرمایا کہ کیا کہہ رہا ہے؟ کہا،ہمیں چھینک آئی اور ابا جان نے یرحمک اللہ نہیں کہا؟ یہ صحابہؓ کے بچوں کو ادراک تھا،دین کی سمجھ اور صلاحیت رکھتے تھے،صحابیٔ رسول ﷺ نے اپنے بیٹے کو پیار کیا اور کہا بیٹے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب چھینک آئے تو زور سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہو تا کہ دوسرا آدمی سنے اور تم نے زور سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہیں کہا،آہستہ سے کہا اس لئے میں نے بھی یَرْحَمُکَ اللّٰہ آہستہ سے کہہ دیا۔

عبداللہ ابن مبارکؒ کی چھینک

ہارون رشید ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں حاضر تھے اور مسجد حرام میں بیٹھا ہوئے تھے،خلیفۂ وقت سے ملنے کے لئے سینکڑوں ہزاروں لوگ آئے ہوئے تھے اور حرم کے ایک طرف کونے میں حضرت عبداللہ بن مبارک بیٹھے ہوئے تھے جو اس زمانے میں بڑے بزرگ اور اللہ والے تھے۔خلیفہ نے ایک زور کی آواز سنی،پوچھا کیا ہوا یہ شور کیسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بن مبارک اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں ان کو چھینک آئی تو سارے مجمع نے یرحمک اللہ کہا یہ اس کی آواز تھی بادشاہ نے کہا کہ سبحان اللہ اصل تو بادشاہت یہ ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو نعمتیں دی ہیں ان نعمتوں کا ادراک تو ہو ہی نہیں سکتا یہ ایک چھوٹی سی نعمت جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے جس کو چھینک کہتے ہیں یہ چھینک بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔

ایک کشتی کا واقعہ

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جس کو چھینک آتی ہو اس کو برص کا مرض نہیں ہو سکتا اور کبھی اسکو دیوانہ اور پاگل پن کا مرض نہیں ہو سکتا،اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی خوبیاں رکھی ہیں۔

امام غزالیؒ نے بڑی عجیب وغریب بات لکھی ہے کہ ایک گنہگار آدمی دریا کے کنارے کھڑا تھا اور دریا میں ایک کشتی جا رہی تھی،کشتی میں بیٹھنے والے کسی آدمی کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ کہا یہ آدمی جو کنارے کھڑا تھا اس نے سنا تو اس کی چھینک کا جواب دینے کے لئے ایک کشتی کرایہ پر لی اور اس میں سوار ہو کر بہت تیزی

سے چلا جب اس کشتی کے قریب ہو گیا تو جواب دیا یرحمک اللہ۔ تب چھینکنے والے نے کہا آپ نے بڑی زحمت کی اتنی دور سے کشتی کرایہ پر لے کر آئے تو اس نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہو تو میں اللہ کے نبی کی سنت کو ادا کرنے کیلئے آپ کے قریب آیا ہوں اور الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہہ رہا ہوں۔ جب اس شخص کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس کا نامہ اعمال تولا جاتا ہے ،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں تمہارا کوئی عملپسند نہیں مگر ہاں ایک عمل جو تم نے دنیا میں کیا تھا وہ عمل ہمیں ضرور قبول ہے کہ تم ایک کشتی کرایہ پر لے کر گئے اور یرحمک اللہ کہا تھا، ہمیں تمہاری یہ ادا بہت پسند آئی اور اسی پر تمہاری مغفرت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے عجیب وغریب فیصلے ہیں۔ انسان کبھی کبھی چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو حقیر سمجھتا ہے حالانکہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں انسان کے پاس جب جمع ہو جاتی ہیں تو یہ بڑا انبار لگ جاتا ہے اور چھوٹی چھوٹی نیکیاں کبھی کبھی بڑی نیکیوں سے بڑھ جاتی ہیں۔ اسلئے کہ نیکیوں کا دارومدار اخلاص نیت پر ہے۔ جتنا انسان کے دل کے اندر اخلاص ہوگا۔ خلوص وللّٰہیت ہوگی، خوف وخشیت ہوگی اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی اتنا ہی خوشنودی کا ذریعہ بنے گی، اسی قدر نیکی کا ثواب اللہ تعالیٰ بڑھا دیں گے۔

ایک مکھی کے ذریعہ مغفرت

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آپ نے سنا ہوگا۔ ہندوستان میں سرہند شریف ایک چھوٹا گاؤں ہے جس کو کسی زمانے میں فتح پور کہا جاتا تھا آج وہ پنجاب کے علاقے میں ہے۔ یہ شیخ احمد سرہندی کہلاتے ہیں جو حضرت خواجہ باقی باللہ کے

خاص خلیفہ و مجاز تھے۔ بڑے بڑے اولیاء ان کے دربار میں حاضری دیتے تھے۔ یہاں تک کہ بوعلی شاہ قلندرؒ بھی ان کی خدمت میں آ کر فیض حاصل کرتے تھے۔ یہ مجدد الف ثانیؒ ہیں۔ یعنی ہزار سالہ مجدد، سو سال میں اللہ تعالیٰ دنیا میں کہیں نہ کہیں ایسی شخصیت کو پیدا فرماتے ہیں جس سے دین کی نشاۃ ثانیہ ہوتی ہے، دین کو ترقی ملتی اور ان کے ذریعہ سے دین پھیلتا ہے، برائی منقطع ہوتی اور دینی ماحول پیدا ہوتا ہے، دین بہت طاقتور اور مضبوط ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ دین کے اندر جلاء پیدا ہوتی ہے، طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ مجدد الملت ہیں یعنی سو سالہ مجدد، لیکن شیخ احمد سرہندی ہزار سالہ مجدد ہیں وہ بڑی عجیب وغریب بات اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ میری زندگی کا کوئی دن ایسا نہیں گذرا جس میں مجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہوئی ہو۔

جب سے میں نے ہوش سنبھالا کبھی کوئی دن اور رات ایسی نہیں گذری جس میں حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہوئی ہو۔ ایسے انسان کا مقام کتنا اونچا ہوگا۔ آپ سوچیں فرمایا جس آدمی کو میرے قبرستان میں دفنا دیا اس کی شفاعت میرے ذمہ ہے۔ کتنی بڑی بات فرما دی، ان کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام دیا ہے لیکن خود ان کا حال سنئے جب انتقال ہو جاتا ہے تو کسی بزرگ نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا شیخ آپ کا کیا حال ہے اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا حضرت مجدد صاحب نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی فرمایا شیخ احمد بیاسی (82) سال کی جو نمازیں ہیں وہ قبول نہیں اتنے روزے رکھے وہ بھی قبول نہیں، جتنے حج کئے وہ بھی قبول نہیں، جتنے صدقات کئے وہ بھی قبول نہیں، میں خاموش تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک خصوصی دفتر ہے، اس کو اٹھا کر لاؤ فرشتے اٹھا کر لاتے ہیں فرمایا دیکھ شیخ احمد

تیری ایک بڑی نیکی لکھی ہے جو ہمارے دربار میں قبول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ایک مرتبہ تم بیت الخلاء گئے اور اجابت کے لئے بیٹھے تو وہاں ایک مکھی بیٹھی ہوئی تھی تم نے یہ سوچا کہ اس مکھی کو ہٹائے بغیر اگر اجابت کی تو غلاظت میں یہ مکھی دب جائے گی، تم نے پہلے مکھی کو اڑایا، پھر اس کے بعد اجابت کی۔ دنیا میں تم نے اس مکھی پر رحم کیا۔ آج ہم اس کے بدلے میں تم پر رحم کرتے ہیں اور تم کو جنت عطا کرتے ہیں، یہ کس کیساتھ معاملہ ہوا؟ یہ مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو نعمتیں دی ہیں، ان کی قدر کرنی چاہئے ۔فرمایا: ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِيْدٌ. جو ہماری نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں ہم ان پر اپنی نعمتوں کو بڑھا دیتے یں اور جو ناشکری کرتے ہیں ہم ان پر سے نعمتوں کو گھٹا دیتے ہیں اور ان کو عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ؎

تیری رحمتوں پہ ہے منحصر میرے ہر عمل کی قبولیت
نہ مجھے سلیقۂ التجاء نہ مجھے شعورِ نماز ہے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا سیکھو

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ''وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ. وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّتَبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً. وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً . وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰت وَمَا فِیْ الْاَرْضِ. وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْئٍ مُّحِيْطًا''. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

زمین وزر نہ یہ اہل وعیال، اِلّا ھو
رچا بسا ہے یہ دل میں خیال اِلّا ھو

بزرگان محترم، نوجوانان اسلام، عزیز طلبہ! گذشتہ جمعہ ''اللہ تعالیٰ کی محبت بندوں کے دلوں میں ہوتی ہے۔ اس تعلق سے'' کچھ باتیں عرض کی گئی تھیں۔ آج بھی اسی کے متعلق چند گزارشات قرآن وسنت کی روشنی میں عرض کرنا ہے، جن

بندوں کے قلوب اللہ کی محبت سے رنگ جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بن جاتے ہیں۔ حضرات اکابر بزرگانِ دین اور اولیاءِ عظام کے واقعات سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا آپ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دین اسلام کا امام اور حضور اکرم ﷺ کا جد امجد قرار دیا ہے، نبوت سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر عبادت کیا کرتے تھے اور اس دین کو دین حنیف کہا جاتا ہے اور حضور ﷺ کی امت کو ملت ابراہیم کہا گیا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑی فضیلت عطا فرمائی، جس طرح سے حضور ﷺ کا نام باقی ہے اسی طرح سے آپ ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام بھی دنیا میں باقی رہے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے بہت محبت فرمائی ہے۔ اور محبت جب کسی سے ہو جاتی ہے تو اس میں پریشانیاں اور مصیبتیں اور قسم ہا قسم کی دقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے بے شک اپنا محبوب بنایا اور ان کو آزمائش میں ڈالا کہ ابراہیم ہماری محبت میں کھرے اترتے ہیں یا نہیں۔ سب سے پہلی آزمائش تو یہ کہ ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہو گئے۔ لیکن اولاد نہیں ہوئی اور بڑھاپے میں جب اولاد مل گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم علیہ السلام اس شیر خوار اور دودھ پیتے بچے اور بیوی کو لے جا کر لق ودق میدان میں چھوڑ کر آ۔ غَيْرَ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ. ایسی وادی میں ایسی جگہ پر جہاں آبادی کا نام ونشان نہ ہو، آبادی نہ ہو، باغات نہ ہو، کھیتی باڑی نہ ہو، ایسی وادی میں چھوڑ کر آجاؤ۔ برسہا برس کی تمنا کے بعد اولاد پیدا ہوئی ہے، قربان جایئے ابراہیم علیہ السلام پر کہ انہوں نے اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا لیا اور بیوی

بچے کو اپنی سواری پر بٹھایا اور بیت اللہ شریف کے قریب (اس وقت خانہ کعبہ نہیں تھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور بچے کو چھوڑ دیا۔ (یہ واقعہ الگ ہے) تفصیل آپ سب جانتے ہیں۔ یہ بچہ چلنے کے لائق ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم علیہ السلام اب تمہارا بچہ دوڑنے لگا ہے، بھاگنے لگا ہے، انگلی پکڑ کر چلنے لگا ہے تم اس سے محبت کرنے لگے ہو، لہٰذا اب اس کو ہماری راہ میں قربان کرو۔

بَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ . فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى . (الی آخر الایة)

مصائب وآلام کا تسلسل

جب بچہ باپ کی انگلی پکڑ کر دوڑنے لگا، چلنے لگا، ایسے وقت میں بچے کو دیکھ کر باپ اور ماں کا دل کیسا خوش ہوتا ہے، ہر آدمی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں تم اسے ہمارے نام پر ذبح کر دو، قربان کر دو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا لیا اور یہ حکم پورا کر کے دکھا دیا پھر یہی نہیں ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کے لئے نمرود نے آپؑ کو آگ میں ڈالا آگ بھی کیسی بھیانک؟ واقعات میں لکھا ہے کہ بارہ میل لمبی اور چوڑی جگہ پر آگ کو برسوں تک دہکایا گیا اور ایسا بڑا میدان آگ کا تیار کیا گیا کہ جس کے دیکھنے سے ڈر معلوم ہوتا تھا، دین حق کی پاداش میں آپؑ کو نمرود نے آگ میں ڈلوا دیا، پھر وہ آگ بحکم ایزدی حضرت ابراہیمؑ کیلئے ٹھنڈی ہو گئی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ. فرمایا اے آگ تو ابراہیم کیلئے ٹھنڈی ہو جا، گل گلزار ہو جا، بہترین چمن بن جا۔

ایک منجنیق سے جس کو آج کرین کہہ سکتے ہیں، ایک بہت بڑی لمبی چوڑی کرین لائی گئی اور اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں ڈال دیا گیا، اللہ

تعالیٰ نے آپ کو زندہ سلامت رکھا۔عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوجاتی ہے تو سارے امتحان آسان ہوجاتے ہیں، بندے کو اللہ سے محبت ہوتی ہے تو ہر مصیبت آسان ہوجاتی ہے۔

مشکلیں اتنی پڑیں کہ سب آساں ہوگئیں

انسان اللہ کے لئے جینا سیکھ لیتا ہے، تو اس کو اللہ تعالیٰ کیلئے مرنا آسان ہوجاتا ہے، انسان کوئی درخت نہیں ہے کہ وہ ایک ہی جگہ جما رہے، انسان کوئی پتھر نہیں ہے کہ وہ ایک جگہ پڑا رہے، انسان اشرف المخلوق ہے، وی، آئی، پی ہے، اللہ کا بھیجا ہوا، اللہ کا فرستادہ ہے، پیغام پہونچانے والا ہے، دنیا کے لوگوں کو یا اللہ کی مخلوق کو جو اللہ سے غافل ہے، ان تک پیغام پہونچائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے لاڈلے پیغمبروں، اور اپنے لاڈلے اولیا، اور اپنے لاڈلے علماء ومشائخ کو آزمائش میں ڈالتا ہے۔شیخ عبدالقادر جیلانی غوث پاکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اتنے مجاہدے کئے، اتنے مجاہدے کہ چلتے چلتے میرے پاؤں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔اور میں اللہ کی عبادت اس طرح کیا کرتا تھا کہ بیس بیس دن اور رات بغیر کھائے پیئے گذر جاتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگ مجھے مردہ سمجھنے لگتے تھے۔ واقعات میں لکھا ہے کہ غوث پاکؒ کی جان جب نڈھال ہوجاتی تو لوگ ان کو مردہ سمجھتے تھے، اور ان کیلئے کفن اور غسل کی تیاری ہوجاتی تھی، اتنے زیادہ مجاہدے کئے تب ان کو غوثِ پاک کا مقام ملا، اللہ تعالیٰ کی محبت میں جو انسان رنگ جاتا ہے اس کو اسلام کی ہر چیز سے محبت ہوجاتی ہے، آج ہم لوگ اپنی جان سے اپنے مال سے اپنی اولاد سے بیوی اور بچوں سے اور اپنی خواہشات سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ دین اور

ایمان چلا جائے۔لیکن ان چیزوں میں سے کوئی چیز ہمارے پاس سے کم نہ ہو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ ظاہر بات ہے ایسے حالات میں ہم اللہ کے محبوب کیسے بن سکتے ہیں؟

ایک باندی کا واقعہ

حضرت مالک بن دینارؒ بڑے مرتبہ والے گذرے ہیں۔انہوں نے ایک باندی خریدی بڑی نحیف، بڑی کمزور، بیچنے والے نے کہا کہ حضرت یہ باندی مجنوں اور دیوانی ہے۔لیکن دوستو! حضرت نے خرید لیا، خرید کر گھر لے آئے ابھی دو چار دن گزرے تھے کہ مالک ابن دینارؒ کی رات کو آنکھ کھلی تو حضرت نے دیکھا کہ گھر کے ایک کونے سے آواز آرہی ہے۔اے اللہ تجھے جو مجھ سے محبت ہے اس کی قسم دے کر کہتی ہوں، مالک ابن دینارؒ نے کہا کہ ایسا مت کہو، یوں کہو کہ مجھے جو تجھ سے محبت ہے۔تو اس نے کہا نہیں اللہ کو مجھ سے محبت ہے مجھے بستر سے اٹھا کر اپنی یاد میں اور اپنی عبادت میں لگا دیا ہے۔اگر محبت نہ ہوتی تو اپنی عبادت میں نہ لگاتا، روتی رہی، پھر ایک چیخ ماری اور کہا کہ اے اللہ اب پردہ فاش ہوگیا ہے، اب راز کھل گیا ہے مجھے اپنے پاس بلالے۔مالک بن دینار اس کے قریب پہونچے دیکھا کہ واصل بحق ہوگئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت بڑی عجیب وغریب متاع انمول ہے۔انسان جب کسی کو اپناتا ہے تو پھر دنیا کی تکلیفیں اور مصیبتیں اس کیلئے آسان ہوجاتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے روح اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔اللہ کی طرف سے آنے والی روح اور بغیر باپ کے آپ کو دنیا میں بھیجا اور فرمایا کہ: اٰتِیَنِی الْکِتَاب وَجَعَلَنِی نَبِیًّا. حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے کتاب عنایت فرمائی اور مجھے نبی بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے نفسی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے کہا کہ آپ گھر نہیں بناتے۔ فرمایا کہ میں گھر کیا بناؤں؟ عرض کیا حضرت آپ کے اتنے حوارئیین ہیں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے والے ہزاروں لاکھوں آدمی آپ سے محبت کرتے ہیں، آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ ایک اچھا گھر بنائیں۔ عالیشان مکان تعمیر کرائیں۔ حکم دیجئے ہم آپ کیلئے گھر بناتے ہیں؟ فرمایا اچھا تم کہتے ہو کہ گھر بناؤں تو جہاں بتاؤں وہاں تم گھر بنانا۔ لوگوں کو سمندر کے کنارے لے جاکر کھڑا کردیا اور فرمایا یہ سمندر کی جو موجیں ہیں اور پانی کی لہریں ہیں، ان لہروں کے اوپر میرا گھر بنا دو۔ لوگوں نے کہا حضرت اس پر کیسے بن سکتا ہے؟ اس پر تو ایک اینٹ نہیں ٹھہر سکتی تو بڑا مکان کیسے ٹھہرے گا؟ فرمایا کہ انسان کی زندگی ان موجوں کی طرح ہے ان پانی کی لہروں کی طرح ہے آدمی چاہے تو عالیشان محل میں بھی زندگی گزار سکتا ہے اور چاہے تو نہایت سادگی کے ساتھ بھی زندگی گزار سکتا ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسی محبت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی کہ دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز تھے۔

حضرت بشر حافیؒ کا واقعہ

حضرت بشر حافیؒ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ان کو بھی ولایت ملنے کا عجیب وغریب واقعہ ہے ایک مرتبہ زمین کھود رہے تھے، پتھر ہٹایا اور بھی لوگ آپ کے ساتھ تھے دیکھا کہ وہاں بہت سارا سونا اور چاندی جمع ہے۔ سونے اور چاندی پر نہایت ہی خوبصورت لفظوں میں ایک پرچہ پر اللہ لکھا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت ہم کس طرح تقسیم کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ سونا اور چاندی تم

لے لو اور اللہ کا نام مجھے یدو۔ اب اللہ کا نام انہوں نے لیا رات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوئی کہ اے بشر حافی تم نے سونے اور چاندی کے مقابلے میں ہمارے نام کو پسند کیا۔ ہم اپنے اولیاء اور اپنے محبوب بندوں کی صف میں شامل کرتے ہیں، تمہیں ہم نے ولی اللہ بنادیا۔ صبح جب سو کر اٹھے تو ان کا دل اللہ کی محبت سے بھرا ہوا تھا، معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت انسان کی زندگی کا اصل ذخیرہ ہے، حضرت بشر حافیؒ ہمیشہ ننگے پاؤں رہا کرتے تھے، جوتے چپل نہیں پہنتے تھے، کسی نے کہا حضرت آپ چپل کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا زمین اللہ کا فرش ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑے بادشاہ ہیں، تو بادشاہ کے بنائے ہوئے فرش پر میں جوتے کیسے پہنوں؟ اللہ نے ان کے احترام میں جب تک وہ زندہ رہے، حالات ایسے پیدا کردیئے کہ کوئی جانور بھی ان مقامات پر جہاں بشر حافی چلا کرتے تھے پیشاب اور لید نہیں کرتا تھا۔

ایک دفعہ ایک بزرگ اللہ والے نے دیکھا کہ سڑک اور گلی میں لید پڑی ہوئی ہے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بشر حافی کا انتقال ہوگیا۔ لوگوں نے جاکر دیکھا واقعی بشر حافی کا انتقال ہوگیا ہے، جب تک وہ زندہ رہے جانوروں نے گلیوں میں پیشاب نہیں کیا، گوبر اور لید تک نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے دلوں میں ان کی اتنی محبت اور اتنا اکرام ڈال دیا تھا، سچ ہے جو اللہ کا ہوگیا ہر چیز اس کی ہوگئی۔

دوستو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اسی وقت کامیاب ہوسکتے ہو، جب تمہارے دل میں میری محبت ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ، والقرآن.

بے شک اللہ تعالیٰ نے خرید لیا ہے مومن کے جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں اور فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ اللہ کے دشمن کو قتل کرے اور خود بھی اللہ کے راستے میں قتل ہو جائے۔ انسان کی زندگی اس کی اپنی نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ کی امانت ہے، سوال پیدا ہوتا ہے جب اللہ سے محبت ہو جائے گی تو پھر بیوی بچوں کے ساتھ کیسے محبت ہوگی؟ اور یہ زندگی کے مراحل کیسے طے ہوں گے؟ اس کے لئے اللہ نے راستہ بتلایا ہے کہ ہم سے محبت کرو اور ہماری محبت کی وجہ سے ہماری مخلوق سے بھی محبت کرو۔ جیسے کوئی بادشاہ کسی کو پسند کرتا ہے تو اس کے جتنے بھی خواص ہوتے ہیں وہ بھی اس کو پسند کرتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کا ایک سوال

کسی منسٹر یا کسی وزیر کا کوئی خاص آدمی ہوتا ہے محبوبِ نظر ہوتا ہے، تو اس کے جاننے والے بولتے ہیں صاحب تو اس کو بہت چاہتے ہیں، تو دوسرے لوگ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ کہنے کی بات نہیں، دنیا کا بدترین انسان بش اس کا کتا جو وائٹ ہاؤس میں گھومتا تھا۔ تو کئی لوگ اس کتے کو پیار کرتے تھے چونکہ بش کا کتا ہے۔ یہ تو دنیا کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم سے محبت کرو، ہماری محبت کی وجہ سے ہمارے نبی سے محبت کرو، اور ہمارے نبی نے جو طریقہ بتایا ہے اس طریقہ پر تم اپنے والدین سے بھی محبت کرو۔

حضرت امام حسینؓ نے یہی تو پوچھا تھا اپنے والد صاحب سے کہ ابا جان آپ اللہ سے محبت کرتے ہیں؟ تو فرمایا ہاں کرتا ہوں، نانا جان سے محبت کرتے ہیں تو کہا ہاں کرتا ہوں، میری ماں سے محبت کرتے ہیں، تو کہا ہاں کرتا ہوں۔ مجھ سے کرتے ہو، کہا ہاں آپ سے بھی کرتا ہوں، میرے بھائی حسن سے محبت کرتے ہیں تو فرمایا

ہاں ان سے بھی کرتا ہوں، چھوٹے بچے تھے؟ کہنے لگے ابا جان آپ کا دل ہے یا ڈبہ؟۔ اتنی ساری محبتیں آپ نے دل میں ڈال لیں۔ محبت تو اللہ سے ہوتی ہے دوسرے لوگوں سے نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے کا منہ چوم لیا اور فرمایا کہ بیٹے تم نے کتنی بڑی بات کہدی پھر ان کو سمجھایا کہ اللہ سے محبت کرتا ہوں اور اللہ کے حکم سے ہی اللہ کے نبی سے محبت کرتا ہوں پھر اللہ ہی نے حکم دیا ہے کہ اپنے والدین سے محبت کرو، تو ان سے بھی محبت کرتا ہوں، غرض میری ساری محبتیں اللہ کیلئے ہیں، اللہ سے محبت ہے۔ تو اللھکے نبی سے بھی محبت کرتا ہوں اور نبی سے محبت ہے تو نبی کے فرمان کی وجہ سے بیوی اور بچوں سے بھی محبت ہے۔ اپنی دوسری چیزوں سے بھی انسیت ہے۔ اس لئے کہ یہ چیزیں انسان کی ضرورت کی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں تمام مخلوق سے محبت کرنا چاہیئے۔

ایک عجیب وغریب مثال حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ محبت کی مثال اس طرح ہے، جس طرح کشتی کے اندر آدمی سوار ہوں اور کشتی پانی میں تیرتی ہو، پانی کشتی کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہو جس کی وجہ سے کشتی چل رہی ہے اگر پانی اندر آجائے تو کشتی ڈوب جائے یا سوراخ ہو جائے تو پانی اندر آکر کشتی کو غرق کردے گا تو اسی طرح آدمی کے پاس مال ہے، زندگی کے ساز وسامان ہیں جس سے وہ سہولتیں حاصل کرے، اور اگر ان کی محبت دل میں پیدا ہو جائے تو پھر ایمان نکل جاتا ہے یعنی انسان کی ایمان والی کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ دوستو! آج ضرورت ہے کہ اپنے اندر احساس پیدا کریں کہ آیا ہمارے دل میں اللہ کی محبت ہے یا نہیں، اور ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ نے جو ایمان رکھا ہے اس کی چنگاری دل میں روشن ہے یا نہیں؟، اور بہتر

طریقہ قرآن وسنت ہے کہ قرآن وسنت چل رہے ہو یا نہیں اگر تم اس پر چل رہے ہو تو ہر چیز آسان ہے تمہاری زندگی ریل کی پٹری کی طرح ہے کہ اگر پٹری سے باہر ہو گئے ہو تو تباہی و بربادی ہے۔

دوستو! آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں اللہ کی محبت کب ہوگی؟ تب ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے لائے ہوئے پیغام کو اور آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے والے بنیں گے۔ ہماری زندگی اپنی نہیں ہے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک نعمت ہے، ایک امانت ہے، امانت کی حفاظت اور اس کو سنبھال کر رکھنا ہمارا کام ہے۔

دعا کریں کہ اللہ رب العزت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

بے پردگی کا بھیانک انجام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَالصَّالِحَاتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظَاتٌ لِلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَقَالَ تَعَالٰى الْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم.

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدارِ یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا، وہ راز اب آشکار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہوگا

بزرگان محترم، نوجوانان اسلام، عزیز طلبہ! گزشتہ کئی خطبات جمعہ میں مسلم عورتوں ماؤں اور بہنوں کے متعلق کچھ باتیں عرض کی گئی تھیں۔ درمیان میں مہمان

علمائے کرام تشریف لائے اور گذشتہ جمعہ کورمنگلا کی مسجد معمور میں مدعو کیا گیا تھا۔ وہیں خطاب ہوا۔ بہرحال آج پھر اس کے متعلق کچھ باتیں عرض کرنا ہے، باتیں نہ میری ہیں نہ آپ کی، خیالات نہ آپ کے ہیں نہ میرے، تعلیم آپ کی ہے نہ میری، جو کچھ بھی ہے وہ فرمان رسول اور فرمان خدا ہے، اور یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ دنیا کا بڑا سے بڑا فلاسفر، بڑے سے بڑا منسٹر، بڑے سے بڑا عالم، فقیہ، محدث، اور بڑے سے بڑا عابد و زاہد جو کچھ کہہ سکتا ہے یا کہتا ہے اس سے کہیں بھی غلطی ہوسکتی ہے۔ لیکن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جو فرما دیا اس میں بال برابر بھی فرق نہیں ہوسکتا۔ اور اگر کسی کا یہ ایمان ہو کہ نعوذ باللہ اللہ سے یا اللہ کے رسول سے بات کہنے میں غلطی ہوسکتی ہے تو پھر وہ مسلمان ہی نہیں۔

عورت کی سب سے اچھی صفت

حضور سرور کائنات ﷺ نے اپنی مجلس میں صحابہ سے پوچھا بتاؤ عورت کے اندر کون سی خوبی سب سے زیادہ عمدہ ہے؟ صحابہ کرامؓ نے مختلف جواب دیئے کسی نے کہا کہ وہ عورت زیادہ اچھی ہے جو شوہر کی خدمت زیادہ کرے، کسی نے کہا کہ وہ عورت اچھی ہے جو بچوں کی دیکھ بھال کرے۔ اس کے مال کی حفاظت کرے، کسی نے کہا رشتہ داروں کی، دوستوں کی، آنے والوں کی تواضع کرے، جس کے دل میں جو بات آئی اس نے وہ کہا، ابھی یہ گفتگو چل رہی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجلس سے اٹھ کر گھر آئے اور اپنی زوجہ محترمہ (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو جگر گوشۂ رسول ہیں اور جنت کی عورتوں کی سردار ہیں، سے فرمایا) میں ایک سوال لیکر آیا ہوں ابھی سرکار کی مجلس میں یہ بات چل رہی تھی کہ عورتوں میں سب سے اچھی صفت کونسی ہے؟ میں تم سے پوچھنے آیا ہوں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا میرے سرتاج عورت کی سب سے

بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کو کسی نامحرم نے نہ دیکھا ہو، اور اس نے بھی کسی نامحرم کو نہ دیکھا ہو، یہ صفت سب سے زیادہ احسن ہے، ایسی عورت سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور سب سے زیادہ قابل احترام ہے اللہ کے نزدیک۔

اللہ تعالیٰ کا سلام

آپ اس قول کی روشنی میں آگے بڑھیئے۔ حضرت علیؓ مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یارسول اللہ ﷺ میں ابھی گھر پر گیا تھا اور پوچھ کر آیا ہوں، حسن و حسینؓ کی ماں نے تو یہ بات کہی ہے! جبرئیلؑ تشریف لائے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو جواب دیا وہ اللہ کو ایسا پسند آیا کہ اللہ نے فاطمہ کو سلام بھیجا ہے۔ سُبحَانَ اللّٰہ!

ہم اور آپ اپنے گھروں کے حالات دیکھیں کہ ہمارے اپنے گھروں کے حالات کیا ہیں؟ ہم ایمان بالغیب رکھتے ہیں (اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ) اور وہ لوگ جو ایمان لائے غیب پر۔ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ. اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

بعض عورتیں غیر مسلم مرد سے پردہ نہیں کرتیں

آج دوستو! ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن حیاء وشرم نہیں، اللہ کے نبی کی بیٹی اور حضرت علی کی بیوی نے اور جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو بات کہی وہ آج ہمارے گھروں میں نہیں ہے۔ آج ہمارے یہاں بے حیائی، بے پردگی اور پھر اس بے پردگی اور بے حیائی کو گناہ نہ سمجھنا، اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ اور اس کو گناہ نہ جاننا یہ ایک بڑا گناہ ہے، ہمارے یہاں جنوبی ہند کے آس پاس دیہات میں مسلمان عورتیں غیر مسلم مردوں سے پردہ ہی نہیں کرتیں کیا غیر مسلم مرد

نہیں ہوتا؟ غیر مسلم کے اندر شیطانیت زیادہ ہوتی ہے اور ایمان والے کے اندر کم ہوتی ہے۔ لیکن جو رسم ورواج جو حالات ہم نے بنائے ہیں خدا کی قسم اس کے نتائج اور اس کے ثمرات اور اسکا رزلٹ نہایت خراب ہے، واقعات اتنے ہیں کہ اگر بیان کئے جائیں تو بہت سارا وقت چاہئے۔

مولانا انور طارق صاحب لاہور کے معروف علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے کچھ مشاہدات لکھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ مصر گیا مصر میں آج بھی یہ دستور ہے کہ وہاں باقاعدہ قبریں نہیں بنائی جاتی، بلکہ ایک خاندان دو خاندان والے مل کر زمین کے اندر ایک بڑا سا گھر بنا لیتے ہیں، نماز پڑھنے کے بعد اس میت کے تابوت کو زمین کے اندر اس گھر میں رکھ دیتے ہیں۔

انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ وہاں کسی کا بھی انتقال ہو جائے تو اس کی تدفین سرکاری طور پر حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے، سعودی میں بھی ایسا ہی ہے دبئ میں بھی ایسا ہی ہے اور مصر میں بھی ایسا ہی ہے، جہاں قبرستان ہوتا ہے، اس کے احاطہ میں غسل دینے کے کمرے ہوتے ہیں اور وہاں تمام تر انتظامات ہوتے ہیں، مرد کی میت کو مرد غسل دیتا ہے، عورت کی میت کو عورت غسل دیتی ہے۔

ایک عورت پر عذاب کا مشاہدہ

مولانا طارق صاحب نے بیان کیا کہ ہمارے ایک دوست مردوں کے غسل دینے پر حکومت کی طرف سے مامور تھے ایک عورت کی میت لائی گئی جو غسل دینے والی عورت تھی اس نے غسل دینے والے شخص سے کہا کہ میت اتنی زبردست بھاری ہے کہ مجھ سے اکیلے غسل دینا مشکل ہو رہا ہے۔ لہٰذا اگر تم ساتھ دو تو اچھا ہے تو اس غسل دینے والے نے کہا کہ یہ میت تو عورت کی ہے، مرد ہوتا تو میں ضرور آپ کی مدد

کرتا۔ لہٰذا میں اس عورت کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ یہ عورت پھر اندر چلی گئی اور جیسے تیسے کر کے اس کو غسل دے کر کفن پہنا دیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم دس آدمیوں نے مل کر جنازہ اٹھایا تو ہم سے بمشکل جنازہ اٹھا۔ جنازے کی نماز پڑھی گئی، نماز کے بعد وہیں قریب ہی میں میت کو بڑی احتیاط کے ساتھ اندر کمرے میں لے گئے جہاں اس کا تابوت رکھنا تھا۔ ابھی میت کو تابوت میں رکھ بھی نہیں پائے تھے کہ وہ تابوت ٹوٹ گیا اور میت کا جسم پھول گیا اور اتنا بڑا ہو گیا کہ ان کو حیرت ہو گئی، اور بہت زیادہ ڈر لگنے لگا اور میت کی جو آنکھیں تھی وہ باہر آ گئیں۔ میت کے اہل خانہ میں سے ایک شخص آئے اور انہوں نے کہا کہ ہماری والدہ کو کس حالت میں دیکھا ہے وہ بیان کرو، یہ خاموش رہے، انہوں نے کہا کہ نہیں بیان کرو؟ عذاب قبر برحق ہے، سچا ہے اس میں کسی کو شبہ ہو تو وہ مسلمان ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عذاب قبر کے متعلق بہت سی آیات نازل فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذاب کا ذکر فرمایا تو انہوں نے بیان کیا کہ جسم اتنا بڑا ہو گیا کہ دس آدمیوں سے بھی نہیں اٹھ رہا تھا، پھر تابوت خود بخود ٹوٹ گیا، میت کا جسم پھول کر کئی آدمیوں سے بڑا ہو گیا، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہماری والدہ پر رحم فرمائے، ہم ان کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں، ہم نے ان کو بہت سمجھایا لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں مانی، پوچھا کہ کیا گناہ تھا ان کا، کون سا گناہ تھا جس کی وجہ سے یہ عذاب ہوا تو انہوں نے کہا کہ نماز کی پابند تھیں لیکن گھر میں کوئی بھی مہمان آیا چاہے وہ محرم ہو یا غیر محرم ہو چاہے اس سے رشتہ ہو یا نہ ہو چاہے جانتی ہوں یا نہ جانتی ہوں سب کے سامنے آتی تھیں، زینت بہت زیادہ کرتی تھیں اور فیشن زیادہ کرتی تھیں میں نے ان کو سمجھایا کہ امی جان زیب وزینت سے اپنے شوہر اور اپنے بھائی، اپنے باپ کے

سامنے رہ سکتی ہیں لیکن غیر محرم کے سامنے جائز نہیں ہے، انہوں نے بات نہیں مانیں یہاں تک کہ جب ان کا انتقال ہوگیا ہم سب گھر والوں نے دیکھا وہ اتنی حسین وجمیل تھیں لیکن ان کا چہرہ کالا ہونا شروع ہوگیا تھا، ایک طرف سے چہرہ سیاہ ہونا شروع ہوا جیسے کوئی سیاہی لیپ رہا ہو، اس وقت ہم نے سمجھ لیا کہ والدہ پر عذاب ہونے والا ہے، یہ ابھی چند سال پہلے کی بات ہے، بہت زیادہ دن کی بات نہیں ہے۔

ایک لڑکی پر عذابِ الٰہی

پاکستان کا شہر گجرانوالہ بہت مشہور ہے وہاں پر چند دن پہلے ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک لڑکی کو دفنا کر جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ لڑکی کے والد کے جو ضروری کاغذات تھے وہ وہیں لحد میں گر گئے۔ انہوں نے سوچا کہ ابھی اٹھا لیں گے لیکن میت کو دفنا بھی دیا، جب گھر آئے تو یاد آیا کہ ضروری کاغذات جو قبر میں گرے تھے وہ اندر رہ گئے تھے۔ اس نے اپنے نوکر کو ساتھ لیا اور کہا کہ چلو انہوں نے اگر قبر کھودی اور پتھر کو ہٹایا پتھر ہٹاتے ہی ایک چیخ نکل گئی، انہوں نے جو منظر دیکھا اور کہا کہ میں نے دیکھا کہ لڑکی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے بالوں سے اس کی دونوں ٹانگیں باندھی ہوئی ہے اور ایک سانپ کی طرح کا کوئی جانور اس کے سر پر بیٹھا ہوا ہے، جلدی جلدی انہوں نے قبر کو بند کیا اور واپس گھر آنے پر ان کو اتنی ہیبت ہوئی کہ چند ہی دنوں میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا، گھر والوں سے معلوم کیا گیا کہ لڑکی کا کون سا گناہ تھا جس کی وجہ سے اتنا بڑا عذاب دیا گیا، کہا کہ کوئی ایسے بڑے گناہ کے کام تو نہیں کرتی تھی، ابھی چند مہینے پہلے شادی ہوئی ہمارے خاندان میں تو اس نے فیشنی بال کٹوا کر اور فیشنی کپڑے پہن کر بے پردہ ہو کر شادی میں شرکت کی اور جتنے بھی ہم عمر ماموں زاد، چچا زاد، خالہ زاد جتنے بھی رشتے کے بھائی ہوتے ہیں سب کے

سامنے بے پردہ رہی، اس کے بھائیوں نے منع بھی کیا کہ یہ اس طرح سے ملنا جائز نہیں، اس کے چند دن کے بعد اس کا انتقال ہوگیا تو اللہ نے اس کو یہ سزا دیدی۔

سعودی عرب کے ایک شیخ کا قصہ

دوستو! آج ہم اپنے بچوں کو بچیوں کو خاص طور سے پردے میں رکھنے کے لئے تیار رہیں، ہمارے ایک رفیق ہیں مولوی محمد طیب صاحب قاسمی حائل میں رہتے ہیں، مدینے کے قریب ایک شہر ہے، جب ہندوستان سے گئے تو اپنے بچوں کے فوٹو لیکر گئے، اتفاق سے ان کی ایک آٹھ سالہ بچی تھی اس کا بھی فوٹو لے کر گئے، کسی شیخ سے ان کی دوستی تھی انہوں نے وہ فوٹو دکھلائے کہ یہ میرا بیٹا ہے، یہ بیٹی ہے، یہ فلاں ہے، انہوں نے ایک فوٹو کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے؟ کہا کہ یہ میری بیٹی ہے کتنے سال کی ہے بتایا آٹھ سال کی ہے، شیخ نے کہا کہ تم نے اپنی بچی کو برقع نہیں پہنایا، آٹھ سال کی بچی ہوگئی اس کو تم نے پردے میں نہیں رکھا اور تم ہمیں دکھا رہے ہو؟ آج کل، ہم سعودی عرب والوں کو کہتے ہیں، ان کے اندر خامیاں نکالتے ہیں، نہیں معلوم ان کی کتنی خرابیاں گنواتے ہیں، لیکن دوستو! آج بھی ان میں جو خوبیاں ہیں، جو اچھائیاں ہیں۔ خدا کی قسم ہمارے یہاں قیامت تک بھی پیدا نہیں ہوسکتیں، آج بھی ان کے یہاں اصول ہے کہ جب بچہ دس سال کا ہوگیا تو جس کمرے میں اس کی بہنیں رہتی ہیں، اس کو کمرے میں آنے کی اجازت نہیں ہے، اوپر ہو یا نیچے جس حصے میں بہنیں رہتی ہیں اس حصے میں بھائی کو آنے کی اجازت نہیں، اتنا پردہ ہے اہل عرب میں ہمارے یہاں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے میں نے کئی مرتبہ یہ بات کہی اور کہتا بھی ہوں، خدا کی قسم میں دل سے بہت ہی مغموم ہو کر کہتا ہوں کہ ہمارے یہاں جو رسم ورواج ہیں وہ آج تک بھی ختم نہیں ہوئے، بنگلور میں شادیاں ہوتی ہیں تو عورتیں

دولہا سے ایسے ملتی ہیں جیسے یہ دولہا اسی کیلئے ہے، سینکڑوں عورتیں دولہا سے ملتی ہیں، گلے ملتی ہیں مصافحہ ہوتا ہے، بے حیائی اور بے شرمی کا بازار بالکل گرم رہتا ہے اور کسی کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ یہ بات کہہ دے کہ بھائی یہ شریعت میں گناہ ہے۔

دیور موت ہے

حضور ﷺ نے فرمادیا، دیور کے بارے میں کہ اَلْحَمُو الْمَوْتُ کہ دیور موت ہے، بھابھی کیلئے دیور موت ہے۔ یعنی اس کے ایمان کو ختم کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سید عبدالقادر آزاد صاحب نوراللہ مرقدہ کو آخرت کا عیش وآرام عطافرمائے، ہمارے اپنے بزرگوں میں سے تھے اور دارالعلوم محمدیہ کے سب سے پہلے سرپرست تھے، ان کے ہاتھ پر دولاکھ عیسائیوں نے اسلام قبول کیا اور دس ہزار مدرسوں کے سرپرست تھے، جامعہ ازہر سے فارغ ہوئے، لاہور کی بادشاہی مسجد کے امام وخطیب تھے، جب کبھی لاہور جانا ہوتا تو میرا قیام حضرت کے یہاں رہتا، میں نے ایک عجیب وغریب بات وہاں دیکھی خدا کی قسم ہندوستان میں میں نے کسی عالم کے یہاں نہیں دیکھی، وہ حکومت کے اے گریڈ کے ملازم تھے اور انکی پوزیشن حکومت کے نزدیک ایک وزیر کے برابر تھی چونکہ یہ شاہی امام تھے، تنخواہ بھی وزیر کے برابر تھی، ان کو مسجد کے پیچھے ایک بہت بڑا بنگلہ ملا ہوا تھا، میں بھی اسی میں ٹھہرتا تھا، ان کے ایک بھائی تھے محمد خالد صاحب گرمی کا موسم تھا میں نے کہا کہ خالد میاں ٹھنڈا پانی لاؤ جس میں برف زیادہ ہو پانی کم ہو، وہ گئے اندر کی رہائش گاہ ایک کونے میں جاکر کھڑے ہوگئے، چار پانچ منٹ تک کھڑے رہے، اس کے بعد اندر سے ہاتھ آیا جگ لیا اس کے بعد پھر پانی بھرا جگ واپس کیا، میں بھی اپنی جگہ سے دیکھ رہا تھا، جب وہ آئے تو میں نے کہا کہ خالد میاں تم مولانا کے بھائی نہیں ہو؟ کہا کہ ہاں الحمد

اللہ سگا بھائی ہوں تو میں نے پوچھا کہ پھر آپ گھر میں کیوں نہیں گئے۔ آپ کو تو گھر میں جانا چاہئے تھا۔ آپ کے بھائی کا گھر ہے، انہوں نے کہا اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لئے دیور موت ہے موت، میرے بڑے بھائی صاحب جو ہیں اگرچہ ان کی عمر ساٹھ سال ہے اور میری عمر پچیس سال ہے، لیکن اس عمر کے فرق کے باوجود مولانا کی اہلیہ مجھ سے پردہ کرتی ہیں، کیونکہ میں ان کا دیور ہوں میں گھر کے اندر نہیں جاتا ہوں، باہر ہی سے آواز دے کر سارا کام کرلیتا ہوں، میری رہائش الگ ہے، آج کوئی ایسا متقی آدمی ہے؟

اللہ ان کے مراتب کو بڑھاتے ہیں جسکے اندر جتنا تقویٰ ہوتا ہے۔ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ. اچھے نیک مرد کو نیک اور اچھی عورتیں ملتی ہیں اور نیک اور اچھی عورت کو اچھا اور نیک مرد ملتا ہے۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ، وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ. اور خبیث مردوں کو خبیث عورتیں اور خبیث عورت کو خبیث مرد ملتے ہیں۔ ہمارے یہاں پردے کا لحاظ نہیں، یہاں تو عورتیں گھر کی چھت پر کھڑی ہوکر اپنے بال سکھاتی ہیں یا پھر گلی کے نکڑ پر، گھر کے گیٹ پر کھڑی ہوکر بال سکھاتی ہیں اور غیر مردوں کو دکھاتی ہیں جو سراسر حرام ہے اور مرد ان کو منع کرنے کیلئے تیار نہیں۔ مرد رشتہ دار آرہے ہیں۔ دوست احباب آرہے ہیں۔ فیشن بن گیا ہے۔

جب پردہ کا حکم نازل ہوا

اللہ کے نبی ﷺ کا جب حضرت صفیہؓ سے نکاح ہوا، حضور اکرم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اتنے باحیا تھے کہ کنواری لڑکی میں بھی اتنی حیا اور شرم نہیں ہوتی ہے، جتنی کہ اللہ کے نبی ﷺ میں تھی۔ حضور اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں کہ لوگ جائیں تو میں اپنی اہلیہ سے بات کروں، لیکن لوگ آرہے ہیں بیٹھ رہے ہیں، جارہے

ہیں، کسی کو خیال نہیں ہے یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیت نازل ہوگئی ،اے نبی ﷺ کہہ دو کہ نبی کی بیویوں سے پردہ ہے، نامحرم سے پردہ ہے، پردے کا باقاعدہ حکم آ گیا عورتوں کو اب پردے میں رہنا ہے، ایک صحابی جارہے تھے، جب پردے کی آیت نازل ہوئی حضور نے پردہ کھینچ دیا اور کہا کہ پردہ ہے، اس طرح عمل ہوتا تھا، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ آج دور ایسا ہے کہ آپ اپنی بچیوں اور بچوں کو اسکول اور کالج نہ بھیجیں؟ بھیجئے لیکن دوستو اللہ سے آپ جیسا مانگیں گے ویسا ہی ملے گا، آپ اگر پردے والی ملازمت چاہیں تو اللہ تعالیٰ دیں گے، اگر آپ بے حیائی والی ملازمت چاہیں تو بے حیائی والی ملازمت ملے گی، یہ تو ہم کو طے کرنا ہے کہ ہم کو کس حساب سے رہنا ہے، ہم کو اسلامی احکامات کے ساتھ رہنا ہے، یا شیطانی احکامات کے ساتھ رہنا ہے، آج جو عورتوں کا خلط ملط ہے یہ مغربی تہذیب ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں ایک ہی کلاس میں ایک دوسرے سے مل کر بیٹھتے ہیں، آج امریکہ اور برطانیہ میں خاص طور سے ابھی تقریباً دو یا ڈھائی مہینے پہلے ایک خبر آئی کہ برٹش گورنمنٹ باضابطہ اس بات پر غور کر رہی ہے کہ مخلوط تعلیم نے ہمارے ملک کا ستیاناس کر دیا ہے، اسلئے لڑکیوں کی کلاس الگ ہونی چاہئے اور لڑکوں کی الگ ہونی چاہئے، اسلام یہی تو کہتا ہے، لیکن جب ناجائز حمل ٹھہر جاتے ہیں اور حرام کی اولاد پیدا ہوجاتی ہے تو لوگ پھرتے ہیں کہ ناک کٹ گئی، امریکہ میں ہر سال چھ لاکھ ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جن کو اپنے ماں باپ کا پتہ ہی نہیں، یہ اسی بے راہ روی اور اسی بے حیائی کا نتیجہ ہے، دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حدود اسلام میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری عورتوں میں شرم وحیا پیدا فرمائے، اللہ اور اس کے رسول نے جو ایک حد مقرر کی ہے اس میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

درود شریف کے فضائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

درِ رسولؐ کی الفت ہے ہر بشر کے لئے
چراغ ہے یہ محبت کی رہ گذر کے لئے

اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان والو، رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو، سلام کہہ کر۔ (شیخ الہند)

بزرگانِ محترم 1995ء کی بات ہے کہ میں دہلی جانے کیلئے ٹرین پر سوار ہوا؟ گاڑی میں سوار ہونیوالے مسافرین آنے شروع ہوگئے؟ ابھی گاڑی چلنے میں وقت

کافی تھا کہ ایک صاحب باشرع، سیدھے سادھے ملاجی قسم کے آدمی میرے سامنے والے برتھ پر آکر بیٹھ گئے، داڑھی میں خورہ لگا ہوا تھا، پوری داڑھی نہیں تھی۔لیکن حلیہ سے معلوم ہورہا تھا کہ کوئی خاص بات اس شخص میں ضرور ہے، میں نے سلام کیا، خیریت پوچھی انہوں نے بتایا کہ مجھے بھی دہلی جانا ہے، مختصر یہ کہ ابھی چند ہی منٹ گذرے تھے کہ دو صاحبان آئے اور اخباری کاغذ میں کچھ روپیوں کے بنڈل ان کو دیدیئے اور راستہ کیلئے بھی وہ لوگ کھانا وغیرہ ان صاحب کیلئے لے کر آئے تھے، وہ لوگ چند منٹ بیٹھے اور دعا کی درخواست کرکے چلے گئے، مقررہ وقت پر ٹرین کو سگنل ملا اور گاڑی چلدی، نماز کا وقت ہوا تو ان صاحب کے ساتھ مل کر جماعت سے نماز کی سعادت مل گئی، میں نے ان کو دیکھا کہ وہ کسی بھی دوسرے کام میں نہ توجہ دیتے ہیں اور نہ دلچسپی لیتے ہیں، ان کے ہاتھ میں ایک بہت پرانی قسم کی تسبیح تھی جو برابر گھوم رہی تھی، دہلی کا سفر چالیس گھنٹے کم وبیش ہوا کرتا تھا، اس لئے وقت گذاری کی خاطر مطالعہ کے لئے کتابیں ساتھ رکھتا۔

مجھے جب مطالعہ سے فرصت ملی تو میں نے دیکھا کہ ان صاحب کی تسبیح کے دانوں میں جو تیزی ایک دن قبل تھی وہ آج بھی ہے، میں قریب بیٹھ گیا ان کا وطن دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میں تیتروکا رہنے والا ہوں جو گنگوہ کے قریب ایک بستی ہے، خیر انہوں نے مجھے قریب دیکھ کر اپنی تسبیح کا ورد روک لیا اور کچھ ادھر ادھر کی باتیں اور گھریلو باتیں ہوتی رہیں، معلوم ہوا کہ جناب ایک حافظ قرآن ہیں اور بنگلور کے کسی علاقے میں قرآن سنانے کے لئے رمضان میں تشریف لائے تھے، لیکن عیدالفطر بنگلور گذار کر واپس جارہے ہیں، دورانِ گفتگو میں نے ان کا ایک خاص عمل یہی دیکھا کہ وہ وقت ضائع کئے بغیر تسبیح پڑھتے رہتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا

کہ حافظ صاحب آپ کیا کوئی وظیفہ پڑھتے ہیں، جو کل سے اب تک ختم نہیں ہوا؟ تو انہوں نے ایک عجیب وغریب بات بتائی کہ میں ہر روز 360 بار درود شریف تو دن کے حساب سے اور 640 بار، رات کے حساب سے یعنی کل ایک ہزار بار درود شریف پڑھتا ہوں، چونکہ بال بچوں والا ہوں کبھی کبھی ناغہ بھی ہوسکتا ہے۔اس لئے میں سفر ہی میں آتے جاتے ایک سال کی مقدار کے مطابق پڑھ لیتا ہوں، اس کی برکت ہے کہ آج مجھے سترہ سال ہوگئے، ہر سال حضور سرور کائنات ﷺ کی مجھے زیارت ہوتی ہے اور فرماتے ہیں توحج کیلئے آجا، تو بس میرے پاس نہ علم ہے نہ عمل اور نہ کوئی خوبی، بس میں تو درود شریف کی برکت اور کثرت سے ہر سال حج کررہا ہوں، ریلوے اسٹیشن پر جو لوگ آئے تھے وہ مجھے حج کا خرچ دے کر گئے ہیں، تو بندہ کو بڑی حسرت ہوئی کہ کیوں نہ ہم بھی کثرت سے درود شریف پڑھا کریں، اس میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی بھی اس واقعہ کو یاد کرکے آج خیال آیا، ایک خطبہ خالص درود شریف کے فضائل اور مناقب پر عرض کروں۔

میں آپ کے سامنے جو فضائل بیان کررہا ہوں ان کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اصلاحی نصاب میں بیان کیا ہے۔اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

درود شریف نہ پڑھنے والا جنت کے راستہ سے بھٹکتا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے لوگو! جو ایمان لائے ہو رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔

ارشاد فرمایا رسولِ مقبول ﷺ نے کہ جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو مجھ پر درود پیش ہوتا ہے۔اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھ پر درود

کثرت سے پڑھا کرو کہ وہ تمہارے لئے موجب پاکی ہے اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اس کو چاہئے کہ مجھ پر درود پڑھے۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے درود پڑھا کرو مجھ پر، تمہارا درود مجھ کو پہنچتا ہے خواہ تم کہیں ہو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بڑا بخیل وہ شخص ہے کہ اس کے روبرو میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ملیامیٹ ہو جائے وہ شخص کہ اسکے روبرو میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

ابن ماجہ نے بسند حسن اور حافظ ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی بھول گیا مجھ پر درود بھیجنا بھٹک گیا وہ راہ جنت سے۔

(فضائل درود شریف)

اللہ تعالیٰ اور فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں

سب سے بڑھ کر تو فضیلت اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود صلوٰۃ کی نسبت اپنی اور اپنے ملائکہ کی طرف فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِی. ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جمعہ کے روز جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس کر دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے لیتا ہوں۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ قیامت کے روز میرے ساتھ اس کو قرب ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مقرر کئے ہوئے بہت سے فرشتے اسی کام کیلئے ہیں کہ سیاحی کرتے رہتے ہیں اور جو شخص میری امت میں سلام بھیجتا ہے اسکو میرے پاس پہونچاتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اصلاحی نصاب کے صفحہ 544 پر لکھا ہے کہ آدمی اگرچہ اپنے نیک اعمال کی بدولت جنت میں بھی چلا جائے گا۔ لیکن دنیا میں اس نے جو موقع اور وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے اور پڑھنے کا ضائع کیا ہوگا جنت میں بھی اس کو پچھتاوا ہوگا اور درود شریف نہ بھیجنے پر غمگین ہوگا۔

جنت میں حسرت

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر درود نہ ہو قیامت کے روز وہ مجلس ان لوگوں کے حق میں باعثِ حسرت ہوگی گو ثواب کیلئے جنت ہی میں داخل ہو جاویں۔ (اصلاحی نصاب، حضرت حکیم الامتؒ)

سب فکروں کی کفایت درودِ محمد ﷺ

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملا۔ انہوں نے مجھ کو خوشخبری سنائی کہ پروردگار عالم فرماتے ہیں کہ جو شخص آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو شخص آپ پر سلام پڑھے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔ میں نے یہ سن کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ پر صلوٰۃ کی کثرت کیا کرتا ہوں تو کس قدر صلوٰۃ اپنا معمول

رکھوں ۔فرمایا جس قدر تمہارا دل چاہے ۔ میں نے کہا کہ ایک ربع ،یعنی تین ربع اور وظائف رہیں ۔فرمایا جس قدر تمہارا دل چاہے اور اگر بڑھا دو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے ،میں نے عرض کیا نصف ،فرمایا جس قدر چاہو اور اگر زیادہ کردو تو اور بہتر ہے ،میں نے کہا تو پھر سب درود ہی درود رکھوں گا ۔فرمایا ۔تو اب تمہارے سب فکروں کی بھی کفایت ہوجاوے گی اور تمہارے گناہ بھی معاف ہوجائیں گے ۔(ترمذی شریف)

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ،جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماویں اور اس کے دس گناہ معاف ہوں اور اس کے دس درجے بڑھیں اور دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاویں ،اور ایک روایت میں ہے کہ درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور ملائکہ اس کے لئے ستر بار دعا کرتے ہیں ۔

کعب ابن احبارؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کیا تم چاہتے ہو کہ قیامت کے روز تم کو پیاس نہ لگے؟ عرض کیا ۔ہاں ،ارشاد ہوا محمد ﷺ پر درود کی کثرت کیا کرو ۔روایت کیا اس کو اصبہانی نے (حاشیہ حزب البحر)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ ے جو شخص مجھ پر درود کی کثرت کرے گا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا ۔روایت کیا ہے اس کو ویلمیؒ نے ۔

کسی کتاب میں درود شریف لکھنے کی فضیلت اور ثواب

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو شخص مجھ سے فاصلے پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو پہنچادیا جاتا ہے ۔یعنی بذریعہ ملائکہ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں ۔

درمختار میں اصبہانی سے نقل کیا گیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ وسلم نے جو شخص مجھ پر درود پڑھے اور وہ قبول ہوجاوے ۔تو اسی (80) سال کے گناہ اس کے محو ہوجاتے ہیں ۔شفاء میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے ۔فرشتہ اس درود کو لے کر مجھ تک پہنچاتا ہے اور نام لے کر کہتا ہے کہ فلانا ایسا ایسا کہتا ہے یعنی اس طرح درود بھیجتا ہے ۔

ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کثرت کرو مجھ پر درود بھیجنے کی ،بتحقیق وہ پاکیزگی ہے واسطے تمہارے یعنی بسبب درود کے گناہوں سے پاکی اور ہر طرح کی ظاہری وباطنی ،جانی ومالی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے ۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو آدمی مجھ پر درود بھیجتا ہے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں ۔یعنی اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں ۔ جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے ۔اب اختیار ہے خواہ کم درود بھیجو مجھ پر یا زیادہ ،مقصود یہ ہے کہ درود بکثرت پڑھنا چاہئے ۔

طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص درود بھیجے کسی کتاب میں ہمیشہ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے ۔جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا ۔

امام مستغفریؒ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی ہر روز سو بار درود پڑھے اس کی سو حاجتیں پوری کی جائیں ،تیس دنیا کی باقی آخرت کی ۔

درود شریف کی کثرت نجات کا ذریعہ

طبرانی نے روایت کیا ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص صبح کو مجھ پر دس بار درود بھیجے اور شام کو دس بار ،قیامت کے روز اس کیلئے میری شفاعت ہوگی ۔

ابوحفص ابن شاہینؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر ہزار مرتبہ درود پڑھے، نہ مرے گا جب تک کہ اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے گا۔

دیلمیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت کے ہول اور خطرات سے وہ شخص زیادہ نجات پائے گا جو دنیا میں مجھ پر درود زیادہ بھیجتا ہوگا۔

فضائل درود شریف

درود شریف کے فضائل اتنے ہیں کہ بڑے بڑے گناہ گار شرابی کبابی بخش دیئے گئے، جب ان کو بعض بزرگوں نے خواب میں دیکھا اور وجہ مغفرت کی پوچھی تو بتایا کہ آپ ﷺ پر درود بھیجنے کیوجہ سے میری مغفرت کردی گئی ایک شخص کو جوادنیٰ سی محبت بھی جناب رسول اکرم ﷺ سے رکھتا ہو اس کو ضرور کثرت سے درود پڑھنا چاہئے، اس درود کی برکت کیوجہ سے دنیا میں آپ علیہ السلام کی زیارت ہوتی ہے۔ اسلاف امت درود شریف کا بڑی کثرت سے اہتمام کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک جلیل القدر تابعی ہیں اور خلیفہ راشد ہیں۔ شام سے مدینہ منورہ کو خاص قاصد بھیجتے تھے کہ ان کی طرف سے روضہ اقدس پر حاضر ہوکر سلام عرض کرے۔

امام شافعیؒ کے مایۂ ناز شاگرد امام مزنیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا تو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ مجھ کو نہایت ہی تعظیم واحترام کے ساتھ بہشت میں لے جائیں اور یہ سب ایک درود کی برکت ہے۔ جس کو میں پڑھا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا وہ کون سا درود ہے؟ تو بتایا کہ وہ ہے **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی**

مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذَکَرَہُ الْغٰفِلُوْنَ. اے اللہ رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر جب جب ذکر کرنے والے انکا ذکر کریں اور جب غفلت برتنے والے ان کے ذکر سے غافل رہیں۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں اور بہت سی روایتوں میں کثرت درود کی ترغیب بھی آئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا. ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر درود شریف کی فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ پر درود پڑھنے سے دس رحمتیں اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں۔ ایک بہت بڑے محدث ہیں امام ابوزرعہؒ ان کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ آسمان میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں تو پوچھا کہ یہ مرتبہ آپ کو کیسے حاصل ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں اور جب بھی آپ ﷺ کا نام مبارک آتا تھا تو میں ﷺ لکھا کرتا تھا۔

نزہۃ المجالس میں ایک قصہ نقل کیا گیا ہے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑسی تھا جو بڑا ہی گنہگار تھا میں اس کو سمجھاتا اور توبہ کیلئے کہتا، مگر وہ نہ مانتا، جب وہ مرگیا تو میں نے اس کو جنت میں دیکھا، اس سے پوچھا کہ تو کیسے اتنے بلند مقام پر ہے اس نے کہا کہ میں ایک محدث کی مجلس میں تھا انہوں نے کہا کہ جو شخص نبی کریم ﷺ پر زور زور سے درود پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہوگی، میں نے آواز سے درود پڑھا، اس پر اور لوگوں نے بھی پڑھا جس کی وجہ سے ہم سب کی مغفرت ہوگئی۔

آج بھی جہاں بکثرت حدیث کا درس ہوتا ہو جا کر دیکھئے کہ کتنی کثرت سے وہاں درود پڑھا جاتا ہے اور شاید ہی کوئی جگہ ایسی ہو جہاں اتنی کثرت سے درود شریف پڑھا جاتا ہو، جتنا دارالعلوم دیوبند ہفتم کی تین درسگاہوں اور ایک دارالحدیث جس میں دورے (آخری سال والے) طلبہ آٹھ سو ہوتے ہیں اور جب جب عبارت خوانی میں قاری کہتا ہے قال رسول اللہ ﷺ تو پوری درس گاہ میں ﷺ کی صدائے بازگشت ہی سنائی دیتی ہے۔ کیسا پرسکون ماحول ہوتا ہے اور صبح سے لیکر رات دیر تک یہی سماں رہتا ہے۔ دارالحدیث میں حدیث رسول ﷺ کی گونج اساتذہ کرام کی شرح حدیث اور روایۃ حدیث کی بحث وتحقیق اور ایمان افروز واقعات آج بھی نگاہوں کے سامنے موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

نوجوان قوم وملت کیلئے عظیم سرمایہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ. وَقَالَ تَعَالٰی وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد
شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تو تو نہیں خطرۂ افتاد

بزرگان محترم ،نوجوانان اسلام ،عزیز طلبہ! گذشتہ دوجمعوں میں بچوں کی تربیت اور پرورش پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات رکھے ہیں اس کے متعلق کچھ ضروری

باتیں آپ کے سامنے پیش کی گئی تھیں اور آج بھی اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے کوئی ہمارے ہی جیسا ہم پر احسان کردے تو ہماری زبان سے نکلتا ہے کہ فلاں صاحب نے ہم پر یہ احسان کیا ہے لیکن یہ سچ اور حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان کو شمار کیا جا سکتا ہے، نہ ہی ان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو نعمتیں دی ہیں، ایک مال اور دوسری اولاد گذشتہ جمعہ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ ہم اپنے بچوں کیلئے ساری قربانیاں دینے کیلئے تیار ہیں لیکن ان کے اخلاق کو درست کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، ان کی تربیت اور ان کی اصلاح کے لئے تیار نہیں، یہ ہمارے معاشرے اور سماج کا بڑا مسئلہ بن گیا ہے آپ ایمانداری سے سوچئے اور غور کیجئے کہ ہمارے اپنے مسلمان نوجوان ایسے ہیں جو بے کار ہیں اور والدین ان کی بے کاری پر راضی ہیں۔

غیر مسلموں کی حالت

آپ غیر مسلموں میں جھانک کر دیکھئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اقتدار اور حکومت اور عزت اس قوم کو ملتی ہے جس میں کچھ گُن ہوتے ہیں، خوبیاں ہوتی ہیں۔ غیر مسلم بھلے ہی آج ہماری نظروں میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے ہیں، گائے کا گوبر اپنے گھروں میں لیپتے ہیں۔ ان کی ظاہری ناپاکی ہمارے سامنے ہے۔ لیکن ان میں کچھ خوبیاں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم حکومت اور اقتدار اس قوم کو دیتے ہیں جو قوم نعمتوں کی قدر دانی کرتی ہے۔ اچھے اور برے ہر قوم میں ہیں۔ ہم میں بھی اچھے لوگ ہیں ان میں بھی ہم میں بھی خراب لوگ ہیں ان میں بھی، لیکن میں عرض کر رہا ہوں کہ فالتو وقت مسلم قوم کے نوجوانوں کے پاس ہے۔ آپ کسی غیر مسلم محلے میں چلے جائیے۔ دس بجے کے بعد کوئی ہلڑ بازی کسی گلی

میں کوئی شور وشغب آپ کو نہیں ملے گا۔ لیکن ہمارے یہاں جب تک بارہ نہیں بج جاتے اس وقت تک خاموشی نہیں چھاتی۔

غیر مسلم محلوں کا حال

میں رمضان المبارک کے موقع پر ایک صاحب (ڈاکٹر صغیر احمد صاحب) کے گھر بنشنکری فرسٹ اسٹیج گیا۔ مجھے تھوڑا مغالطہ ہوا تو دو تین مرتبہ گلیوں میں چکر لگایا خیر گھر مل گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت اگر آپ کا چوتھا چکر لگ جاتا تو پولس آجاتی کہ یہ گاڑی کیوں گھوم رہی ہے۔ یہاں پر اتنا سکون ہے اور کوئی نوجوان آپ کو اسکول اور کالج کے وقت نہیں ملے گا، ہر نوجوان کام میں لگا ہوا ہے، آپ صبح صبح دیکھئے جتنے اخبار ڈالنے والے ہیں سب غیر قوم ہیں فجر کے وقت سے ان لوگوں کا کام شروع ہوتا ہے اور رات کے دس بجے تک کام میں لگے رہتے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے پاس کام کیلئے وقت نہیں ہے باقی ہر چیز کے لئے وقت ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس قوم کا نوجوان بے کار رہتا ہے وہ قوم بھی بے کار ہو جاتی ہے اور جس قوم کا نوجوان سدھرتا ہے۔ قوم بھی سدھر جاتی ہے۔

ایک غیرتمند بچی کا واقعہ

ایک مرتبہ میں یشونت پور سے واپس آرہا تھا راستے میں سگنل پر جب گاڑی رکی تو ایک آٹھ سال کی بچی بسکٹ فروخت کر رہی تھی، اس نے مجھ سے بھی کہا بسکٹ لے لو میں نے کہا مجھے بسکٹ کی ضرورت نہیں، میں نے اسے پانچ روپئے دینے چاہے تو بچی نے کہا کہ ہم نہیں لیتے۔ کیونکہ ہم بھیک نہیں مانگ رہے ہیں، ہمارے پاس اسکول سے بچا ہوا ٹائم ہے اس لئے ہم اس وقت میں بزنس کرتے ہیں، آپ کو

اگر آپ بسکٹ خریدیں تو بہتر ہے ورنہ آپ کے پیسے کی ضرورت نہیں، جس قوم کے بچے میں یہ شعور آجائے، آپ بتایئے وہ قوم کامیاب کیوں نہیں ہوگی؟ ہمارا حال یہ ہے کہ مسلم بچے جب کام سے گھر واپس ہوتے ہیں تو واپسی کے بعد ان کے پاس جو ٹائم ہوتا ہے، وہ دوستوں کے ساتھ گلیاروں، سڑکوں اور، ہوٹلوں میں بیٹھ کر دکانوں کے سامنے ہلڑ بازی میں گزارتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک آپ کسی بھی قوم کا جائزہ لیجئے جس قوم کا جوان سدھر گیا وہ ساری قوم سدھر گئی اور جس قوم کا جوان بگڑا وہ ساری قوم بگڑ گئی۔ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ معمولی نہیں ہیں اور سارے صحابہ بوڑھے نہیں تھے کچھ بوڑھے تھے کچھ جوان تھے، کچھ بچے بھی تھے، لیکن انہوں نے اپنا سارا وقت دین وملت کے لئے خرچ کیا۔

کمسن صحابی کا واقعہ

مشہور واقعہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ غزوہ بدر کے لئے صحابہ کو جمع فرما رہے ہیں، اتنے میں دو کم سن صحابی آتے ہیں، ایک کی عمر نو سال ہے، دوسرے کی گیارہ سال کچھ زیادہ عمر نہیں ہے۔ انہوں نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم بھی جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور دعائیں دی اور فرمایا کہ تم واپس ہو جاؤ تم ابھی چھوٹے ہو جب بڑے ہو جاؤ گے تو جہاد میں لے کر چلیں گے۔ کسی قوم میں کوئی خوبی ہو، اس کا اعتراف کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

ایرانی قوم قابل تعریف

ایران شیعہ ملک ہے ان کے اور ہمارے نظریات میں بڑا فرق ہے لیکن وہاں کا ایک ایک بچہ اور بچی پر جو چودہ سال کے ہوں ان کیلئے ملٹری ٹریننگ ضروری ہے۔

آج وہاں کے ایک ایک بچے میں جہاد کا جذبہ ہے، یہی وجہ ہے کہ امریکہ جیسا ملک اس پر حملہ کرنے سے گھبرا رہا ہے، حیرت انگیز ترقی اس ملک نے کی ہے۔

چودہ سال یا نو سال کی جنگ معمولی نہیں ہوتی ہے، عراق اور ایران کی جنگ آپ کو معلوم ہے کہ نیوکلیر بم اس میں استعمال ہوئے اور تقریباً چھ لاکھ آدمی ایران کے اس میں ختم ہوگئے لیکن ایران کی حالت یہ ہے کہ اس ملک کا کوئی مسلمان بچہ بے کار نہیں ہے۔ پینتیس فی صد سنی ہیں اور پینسٹھ فی صد شیعہ، ان لوگوں نے کام کو اپنا شعار بنایا، زندگی کا نصب العین بنایا اور انہوں نے اپنا ایسا ٹائم ٹیبل بنایا ہے کہ کوئی نوجوان آپ کو پورے ملک میں بے کار نہیں ملے گا۔ اسلئے کہ نوجوان ملک کا سرمایہ ہیں، ملک کی دولت ہیں، نوجوان قوم کی عزت اور وقار ہے، اور جب یہ عزت اور وقار پامال ہو جائے تو ساری قوم سارا ملک خراب ہو جائے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے ان چھوٹے صحابہ کو فرمایا کہ جاؤ تم ابھی چھوٹے ہو، لیکن ان میں جذبہ جہاد اور شوق شہادت اتنا تھا کہ انہوں نے ایڑی کے بل کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں تو بڑا ہوں دیکھئے کتنا بڑا ہوں۔ تو حضور اکرم ﷺ مسکرا دیئے فرمایا کہ اچھا ٹھیک ہے چلو شریک ہو جاؤ۔

ایک اور کمسن صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں رافع کو کشتی میں پچھاڑ دوں گا اگر رافع کو جہاد میں شریک کیا جاتا ہے تو مجھے بھی ضرور شریک کیا جائے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ ان دونوں کی کشتی کرائی کہ کون کس کو پچھاڑتا ہے تو کشتی میں سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا تو آپ ﷺ نے ان دونوں کم سن صحابہ کو جہاد میں شرکت کی اجازت دیدی۔ اور پھر انہوں نے وہ کارنامہ انجام دیا کہ دنیا کی تاریخ میں رقم ہو گیا۔ قیامت تک آنے والی نسلوں اور مؤرخ کو لکھنا پڑے گا کہ واقعی جس قوم کے نوجوانوں میں اتنی بہادری ہو وہ قوم فتح وکامرانی سے ہمکنار ہو کر رہتی ہے۔

دو کمسن بچوں کا واقعہ

غزوہ بدر میں دو بچے معاذ اور معوذ نے حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا۔ جب جنگ کیلئے صف بندی ہوگئی اور لڑائی کا عین وقت آ گیا تو عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے دائیں بائیں دیکھا تو دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے مجھے افسوس ہوا کہ یہ بچے کیا کریں گے۔ اگر بڑے ہوتے تو کچھ کام آتے ان میں سے ایک بچے نے پوچھا کہ چچا جان، آپ ابوجہل کو جانتے ہیں، تو میں نے کہا بھتیجے ابوجہل کو کیا کروگے تو اس بچے نے کہا کہ وہ دشمن خدا اور دشمن رسول ہے، ہم نے طے کیا کہ اس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، اس کا نام لیتے ہوئے بڑے بڑے ڈرتے تھے، آج عرب ممالک خاموش ہیں، فلسطینیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، حتیٰ مُردوں پر بھی بمباری ہورہی ہے، لیکن بش کے ڈر سے مسلم حکومتیں خاموش ہیں۔

یہ اس زمانے کا فرعون ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابوجہل میری امت کا فرعون ہے، ابوجہل جیسے انسان کو جس کے نام سے اس زمانے میں لوگ کانپتے تھے، جس کی بہادری کے چرچے تھے، جس کے پاس دولتوں کے انبار تھے، اس کو قتل کرنے کیلئے، جہنم رسید کرنے کیلئے، صحابہ نہیں بلکہ صحابہ کے دو چھوٹے چھوٹے بچے پیش پیش تھے، یہ ہے قوم کا معیار، یہ ہے قوم کا وقار اور عزت کہ جب قوم میں بہادری آتی ہے تو اس کے بچے بھی بہادر ہوجاتے ہیں اور جب ایمان کمزور ہوتا ہے تو قوم میں بزدلی آجاتی ہے۔

اسپین کو طارق بن زیاد نوجوان سپہ سالار نے فتح کرکے اسلام کا جھنڈا لہرایا اور سارے ملک کو مسلمان بنادیا۔ عیسائی بہت معمولی سے رہ گئے۔ لیکن ایک وقت ایسا آیا صرف تین سو سال کے بعد، مولانا ابوالکلام آزادؒ غبار خاطر میں لکھتے ہیں کہ

تین سو سال کے بعد مسلمانوں کی یہ حالت ہوگئی کہ تاتاریوں نے مسلمانوں کا صفایا شروع کردیا بستیوں کی بستیاں قتل کردی گئیں کسی نے اف تک نہیں کیا کہ حضرت علی میاںؒ لکھتے ہیں کہ ایک عیسائی عورت نے دیکھا کہ دو سو مسلمان جارہے ہیں اس نے راستہ روک کر کہا کہ خبردار تم لوگ ہماری بستی سے ایسے ہی چلے جاؤ یہ نہیں ہوسکتا کوئی بھی مسلمان اپنی جگہ سے نہیں ہلنا یہیں کھڑے رہنا میں ابھی گھر سے تلوار لاتی ہوں، سب کو قتل کروں گی، تاریخ کی سچائی کو جھٹلایا نہیں جاسکتا، دو سو مسلمان تھے ان میں نوجوان بھی، بوڑھے بھی تھے، بڑے مضبوط ہٹے کٹے تھے لیکن ایمان کمزور ہوچکا تھا حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہاں ایمان ہوتا ہے وہاں بہادری ہوتی ہے اور جہاں ایمان کمزور ہوتا ہے وہاں بزدلی پیدا ہوجاتی ہے، فرمایا کہ ایمان اور بزدلی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی، وہ عورت جاتی ہے گھر سے تلوار لاتی ہے اور اپنے ہاتھ سے دو سو آدمیوں کو قتل کرتی ہے کوئی آدمی بھاگنے کی ہمت نہیں کرتا یہ بزدلی کا عالم تھا، جب قوم بزدل ہوتی ہے تو اس کی عقل چھین لی جاتی ہے اس کے ہاتھ پیر شل ہوجاتے ہیں آج ہمارا بھی یہی حال ہے، آج اگر کوئی آدمی ہمارے بچے کو دھمکا دے کسی غلطی پر ڈانٹ دے یا کوئی نصیحت کردے تو برا لگتا ہے، تم کون ہوتے ہو ہمارے بچے کو بولنے والے؟ اور حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کا حال دیکھئے۔

ایک نوجوان بہادر صحابی کا بیان

ایک واقعہ علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے بڑا عجیب وغریب واقعہ ہے۔ مدینے میں سردی بہت سخت ہوتی ہے، ہڈیوں میں سردی گھس جاتی ہے۔ مدینے کے چاروں طرف جتنے قبائل تھے سارے کے سارے غزوہ خندق کے موقع پر مسلمانوں کو ختم کرنے کیلئے اکٹھے ہورہے تھے، سردی کا زمانہ ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کوئی ہے

جو کفار سے راز لے کر آئے وہ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں کیا ارادہ ہے کوئی نوجوان ایسا ہے اپنے دین وملت کے لئے جاسوسی کرے اور یہ خبر لائے کہ دشمن کیا چاہتے ہیں۔

چودہ سال کے ایک صحابی کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں حاضر ہوں، ہمارے یہاں چودہ سال کا نوجوان ایس ایل سی (دسویں کلاس) بھی نہیں پڑھتا ہے، اس کی عقل بھی پختہ نہیں ہوتی، قربان جائیے حضور اکرم ﷺ کے اس صحابی پر، ابھی ان کو مونچھ ڈاڑھی بھی نہیں وہ کہتے ہیں کہ میں قربان ہونے کیلئے تیار ہوں آپ مجھے حکم دیجئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس طرح یہاں سے جاؤ کہ دشمن کو یہ معلوم نہ ہو کہ تم غیر ہو اور ان کی میٹنگ میں شریک ہو جاؤ اور پھر ان کے پورے راز لے کر آؤ، یہ نوجوان صحابی ویسا ہی حلیہ بنا کر ویسے ہی کپڑے پہن کر جاتے ہیں ان لوگوں نے درمیان میں آگ جلا کر رکھی تھی، اس کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے بات چیت چل رہی تھی، بڑے بڑے کفار ومشرکین کے لیڈران موجود تھے بات چل رہی تھی کہ کس طرح سے مسلمانوں کو نیست ونابود کیا جائے، ابھی بات ہو ہی رہی تھی کہ کسی آدمی نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں کوئی غیر آدمی آ گیا ہے، ہر جگہ کچھ ذہین لوگ ہوتے ہیں، کہا کہ ایک دوسرے کو پکڑو اس زمانے میں شناخت کا اور اتحاد کا طریقہ ہوا کرتا تھا، ایک آدمی برابر والے دوسرے آدمی کا ہاتھ پکڑ لیتا تھا، تو صحابی نے بھی اپنے برابر والے آدمی کا فوراً ہاتھ پکڑ لیا جب سب مطمئن ہو گئے بات چیت شروع ہو گئی، کفار کا سارا منصوبہ ان کو معلوم ہو گیا، لیکن سردی اتنی تھی کہ مدینے سے وہاں تک جانے اور پھر وہاں سے مدینے آنے تک ان کی حالت بڑی نازک ہو گئی لیکن سارے راز معلوم کر لئے اللہ کے نبی کو آکر بتا دیا کہ دشمن کیا چاہتا ہے، لیکن نوجوان کا صبح تک انتقال

ہو گیا، اللہ اکبر! حضور اکرم ﷺ اپنے ہاتھ سے ان کو قبر میں رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ میں اس نوجوان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا، یہ اس وقت کے نوجوانوں کی حالت تھی کہ دین پر مر مٹنے کیلئے اور دین پر اپنی جان کو نچھاور کرنے کیلئے انہوں نے کبھی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا۔

ستر ہزار نوجوان پوٹا کے تحت جیل میں

آج مسلم نوجوانوں کو کہا جاتا ہے کہ مسجد میں نماز پڑھیں پانچ وقت کی، جہاد میں کسی کو نہیں بھیجا جاتا۔ تلوار اور بندوق کسی کے ہاتھ میں نہیں دی جاتی۔ دشمنوں کے نرغے میں کسی کو نہیں پھنسایا جاتا لیکن پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہیں، آپ دیکھئے ہندوستان میں جب پوٹا لگا تھا، جس وقت یہ قانون بنا تھا اس وقت ستر ہزار مسلم نوجوانوں کو پورے ملک سے گرفتار کیا گیا تھا، ان میں کوئی آدمی بوڑھا نہیں بلکہ سارے کے سارے نوجوان سولہ سترہ سال سے لیکر پچیس سال کے نوجوان، ستر ہزار نوجوان کوئی معمولی نہیں ہوتے، ہم حکومت سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا یہ نوجوان مسلمان ہی مجرم ہیں کسی اور قوم میں کوئی مجرم نہیں، لیکن دوستو! ہماری زبان پر تالے لگے ہوئے ہیں، ہمیں اپنے بچوں کی تربیت کرنا نہیں آتا، خود ہماری تربیت نہیں ہوئی، ہم اپنے بچوں کی تربیت کیسے کریں گے؟ جب ہم صحیح راستے پر چلیں گے تو، ہم اپنے بچوں کو بھی سیدھے راستے پر چلا سکتے ہیں، جب ہم نمازی ہوں گے تو اپنے بچوں کو بھی نمازی بنا سکتے ہیں، آج اگر مسلمان شریعت پر عمل کرنے والے ہوتے، خدا کی قسم یہ قوم مسلمانوں سے ڈرتی، ہمارے خسر صاحب اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ستانوے سال کی عمر میں حضرت کا انتقال ہوا، وہ فرمایا کرتے تھے، اس وقت جبکہ ہندوستان پاکستان کا بٹوارہ نہیں ہوا تھا، جماعت کا کام نیا

نیا شروع ہوا تھا تو پنجاب کے علاقے میں جماعت گئی، یہ بھی جماعت میں شریک تھے کہنے لگے، ہم سب نوجوان اور جماعت کے جو امیر تھے بوڑھے آدمی تھے، عالم تھے، باقی سب کے سب نوجوان تھے فرمایا ہم سکھوں کے محلے سے گذرتے تھے تو سکھ لوگ کھڑے ہو جاتے تھے کہ میاں لوگ آ گئے ہیں اور اپنے بچوں کو بتلاتے تھے کہ دیکھو مسلمان ایسے ہوتے ہیں۔

آج میری آپ کی صورتوں سے غیر مسلم نفرت کرتے ہیں، خدا کی قسم اس میں اسلام کا قصور نہیں، قصور ہمارا ہے، ہم نے اپنے آپ کو بگاڑا ہے ہم نے اپنے آپ کو خراب کیا ہے اور ہماری خرابی کی وجہ سے یہ خرابی ہماری نسلوں میں منتقل ہو رہی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو صحیح مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے، خصوصاً ہمارے پیارے نوجوانوں کو یہ قوم کا سرمایہ ہیں، میں کسی کو برا نہیں کہتا ہوں اپنا درد دل آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں ہم کہاں تھے اور کہاں چلے گئے؟ اس چھوٹے سے صحابی کا معیار زندگی دیکھئے اور اس چودہ سالہ صحابی کا معیار زندگی دیکھئے، انہوں نے اسلام کیلئے قربانی دی اور آج کے مسلم نوجوان کی زندگی دیکھئے کہ آج کا نوجوان کہاں ہے؟ ہم آسمان پر تھے حالات نے ہمیں زمین پر لا کر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

دعا مومن کا ہتھیار

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَمَّا بَعْد فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ بَشْراً بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتَهُ أ اِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ. تَعَالَی اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے
بادلوں ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لئے

بھلا کون راہ بتاتا ہے تم کو جنگل اور دریا کے اندھیرں میں اور کون ہوائیں چلاتا ہے؟ خوشخبری لانے والیاں اس کی بارانِ رحمت سے پہلے کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ، اللہ بہت اوپر ہے؟ اس سے جس کو یہ شریک بتلاتے ہیں۔

معزز حاضرین اور عزیز طلبہ، حضرات اساتذہ کرام مخلوق میں سب سے زیادہ معزز انبیاء علیہم السلام اور فرشتے ہیں، لیکن یہ سب کے سب مخلوق ہیں خالق نہیں،

عابد ہیں معبود نہیں، ساجد ہیں مسجود نہیں، یہ خود محتاج ہیں محتاج الیہ نہیں۔ مسجود ومعبود اور خالق وصانع عالم صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ انبیاء علیہم السلام باوجودیکہ اللہ کے بعد رتبہ وفضیلت میں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں، مگر ان کیلئے بھی جائز نہیں کہ وہ یہ کہدیں: كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ.

آنکھوں سے پوشیدہ ہستیوں میں سب سے معزز ہستی فرشتوں کی ہے مگر ان کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ معبود بن جائیں بلکہ یہ تو خود بھی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ. يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ . اور جو اللہ کے پاس رہتے ہیں وہ اس کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے، اور نہ کاہلی کرتے ہیں، رات ودن یاد کرتے ہیں اور نہیں تھکتے۔

جب یہ بڑی بڑی ہستیاں اللہ کی محتاج ہیں تو پھر دوسروں کو کیا عطا کرسکتی ہیں؟ اسلئے انسان صرف اللہ ہی سے سب کچھ مانگے، دعاء صرف اللہ ہی سے کرے، نہ کہ کسی نبی ولی، پیرو شیخ سے کیونکہ سب محتاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ بندے کے قریب ہیں

اے رسول! جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تو جواب دے کہ میں ان کے پاس ہی ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ سو چاہئے کہ وہ دعا کرنیوالے میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔ (سورۃ البقرہ)

''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور یہاں تم کو بسایا ہے۔ لہٰذا تم اسی سے

معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ۔ یقیناً میرا رب قریب ہے اور وہ دعاؤں کا جواب دینے والا ہے۔'' (11/61)

''اے نبی لوگوں سے کہدو، میرے رب کو تمہاری کیا حاجت پڑی ہے اگر تم اسکو نہ پکارو۔ اب جب کہ تم نے جھٹلا دیا ہے۔ عنقریب وہ سزا پاؤ گے کہ جان چھڑانی محال ہوگی۔'' (25/77)

''کون ہے جو بیقرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے''؟ (27/62)

اور تمہارا رب کہتا ہے ''مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعا سنوں گا''۔

''جو لوگ ہماری عبادت کے معاملہ میں تکبر سے کام لیتے ہیں، وہ ضرور رسوا ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے''۔ (40/61)

''وہی ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دیتا ہے۔ رہے انکار کرنیوالے تو ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔'' (43/26)

''وہی اللہ تمہارا رب ہے بادشاہی اسی کی ہے، اسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو وہ ایک تنکے کے مالک بھی نہیں ہیں، انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعائیں نہیں سن سکتے اور سن بھی لیں تو ان کا تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ آخر اس شخص سے زیادہ بہکا ہوا اور کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے بلکہ اس سے بھی بےخبر ہیں کہ پکارنے والے ان کو پکار رہے ہیں اور جب تمام انسان جمع کئے جائیں گے۔ اس وقت وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے۔'' (46/6-5)

دعا مانگنے کا طریقہ

"کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار (جو کچھ دینا ہو) ہم کو دنیا میں عطا کر دے۔ ایسے شخص کو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا اور کچھ لوگ کہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عطا کر اور آخرت میں بھی اور بچا جہنم کے عذاب سے۔ ان لوگوں کو بڑا حصہ ملے گا جو کچھ انہوں نے کمایا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔" (2/202-201)

"جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اسکو اس کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دینا (اگر چاہیں) دے دیں گے مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔" (42/20)

اللہ کے نام سے شروع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کی ذات اور صفات کی قسم کھاتے ہیں۔ ہم اللہ کو اپنا گواہ بناتے ہیں یعنی ہمارے قول ہماری نیت، ہمارے اعمال کا ضامن اللہ ہے۔ ہم جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں کہ اللہ سننے والا اور جزا وسزا دینے والا ہے۔ ہم اس کی توفیق طلب کرتے ہیں کام کے آغاز میں، اس کی مدد مانگتے ہیں کام کے درمیان میں، اس کی نصرت طلب کرتے ہیں کام کے انجام میں، اس کو اور اس کی رحمتوں کو پکارنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہم اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہیں۔ وہ ہماری تمام نیت اور کرتوت کا جاننے والا ہے، حساب رکھنے والا اور جزا وسزا دینے والا ہے۔ اے اللہ ہمارے بھول چوک معاف فرما اور ہمیں چشم پوشی بلکہ بندہ نوازی سے مالا مال کر دے، اے اللہ! ہم تو خطا و نسیان کے پتلے ہیں تو رحم وکرم والا ہے، ہماری خطاؤں کو اپنی عطاؤں سے چھپا لے، ہم تیرے ہی بندے ہیں، اپنا تن من دھن تیرے لئے حاضر کرتے ہیں، اپنے رحم وکرم سے قبول فرما۔

دعا سراسر شکر ہے

دعا سراسر شکر ہے ان نعمتوں کا جو ہمیں حاصل ہیں اور حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ خواہ ہمیں نظر آئے یا نظر نہ آئے، دعا سراسر شکر ہے ان تمام نیک کاموں کا جن کے کرنے کی ہمیں توفیق ملتی ہے اور جن کے کرنے کے وسائل ہمیں نصیب ہوتے ہیں۔

دعا براہِ راست تخاطب ہے اللہ کا انفرادی بھی (نفل نمازوں میں) اور اجتماعی بھی (جماعت کی نمازوں میں) سورہ فاتحہ تمام تر ایک دعا ہی ہے اگر اجتماع میں کسی ایک کی دعا بھی اللہ کو قبول کرنا منظور ہے تو امید ہے کہ وہ تمام جماعت کی دعا قبول کرے گا۔ اسی لئے صلوٰۃ با جماعت کی زیادہ ترغیب دی گئی ہے بلکہ بعض صلوٰتیں با جماعت فرض یا واجب کر دی گئی ہیں۔ دعا عبادت کا وہ حصہ ہے جس میں انسان اپنے دل کے جذبات اللہ کے حضور بے تکلف پیش کر دیتا ہے، اللہ کہتا ہے تم پکارو میں سنوں گا۔

پہلا انسان جب مٹی کے خمیر سے اٹھایا گیا تو اسے جو پہلی تعلیم دی گئی وہ دعا ہی تھی رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا. (اعراف) نماز جو دین کی مرکزی عبادت ہے وہ بھی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔

مجاہد کے خون کا قطرہ پیکرِ دعا ہے

مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہوئے باہمی ذریعہ ربط بھی ایک دعا ہی کو بناتے ہیں (السلام علیکم) مجاہد جب آگے بڑھتے ہیں تو دعاؤں کا رجز پڑھتے ہوئے، جب جدال وقتال کرتے ہیں تو دعاؤں کے نعرے کے ساتھ اور جب وار سہتے ہیں تو ان کے اشک وخون کا ایک ایک قطرہ پیکر دعا ہوتا ہے۔

دعا مومن کا ایک بہت بڑا ہتھیار ہے یہ ایسا وار ہے جس میں کوئی آواز نہیں ہوتی۔ دعا ایک خدائی طاقت ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ دعا میں بڑی قوت وطاقت ہوتی ہے۔ ایک مومن کو دعا کبھی بھی ترک نہیں کرنا چاہئے، جو آدمی جتنی زیادہ دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اتنا ہی خوش ہوتے ہیں۔ دنیا کا دستور تو یہ ہے کہ دو چار مرتبہ مالدار مدد کرے گا پھر ناک بھنو چڑھائے گا۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعا سے کتنا خوش ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ایک مثال دے کر فرمایا کہ ایک شخص اونٹنی پر توشہ لے کر سفر کررہا تھا کہ اچانک اس کی سواری بے آب وگیاہ میدان میں کہیں چلی گئی اور اس کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں، وہ زندگی سے ناامید ہوگیا اور ایک درخت کی جڑ سے سہارا لگا کر سوگیا۔ جب اس کی نیند کھلی تو یکایک اپنی اونٹنی مع ساز وسامان کے کھڑی پاتا ہے اور خوشی کے جنون میں کہہ رہا ہے، اے اللہ میں تیرا معبود ہوں تو میرا بندہ ہے۔ بجائے یہ کہنے کے کہ "اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں تو میرا معبود ہے" لیکن جب آدمی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ اس لئے آدمی کو ہمیشہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر اور دعا کرتے رہنا چاہئے۔

دعا قبول ہونے کی شرط

اللہ تعالیٰ نے اپنے اچھے بندوں کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ. وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں، دعا کے ذریعہ تقدیر بدلی جاتی ہے لیکن دعا کیلئے ضروری ہے کہ آدمی حرام مال سے بچے کیونکہ حرام مال اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

" اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَايَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّاطَيِّبًا فَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَبِهٖ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ يَا يُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَالرَّجُلُ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَهُ اِلَى السَّمَاءِ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمُطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِىَ بِالْحَرَامِ. فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذَالِكَ الدُّعَا."

اللہ تعالیٰ پاک ہیں پاکیزہ مال ہی قبول کرتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو انہیں کا حکم دیا جن کا حکم رسولوں کو دیا چنانچہ ارشاد باری ہے اے رسول پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔ نیز ارشاد باری ہے، اے ایمان والو! اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تم کو دیا، پھر ایک شخص کا آپ ﷺ نے ذکر فرمایا جو لمبا سفر کرکے آئے جو پراگندہ بال ہے پراگندہ حال ہے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے اے میرے رب اے میرے رب۔ جبکہ اسکا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا پہننا حرام اور حرام غذا سے اس کی نشوونما ہوئی تو کہاں سے دعا قبول ہوسکتی ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام مال کھانے والے کی دعا قبول نہیں کی جاتی، بلکہ اس کے اوپر رد کردی جاتی ہیں۔

دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ ہمیں حلال مال عطا فرمائے اور حرام مال سے حفاظت فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

اللہ کی محبت ایک نعمت عظمیٰ ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلاَمُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَان الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ. وَقَالَ اللّٰہُ تبَارَکَ وَتعَالٰی. وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءِ عَلٰی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ.ترٰی ھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا. وَقَالَ تعَالٰی تبَارَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِیْ الْجَلاَلِ وَالْاِکْرَامِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر وزندیق

بزرگانِ محترم ،نوجوانانِ اسلام ،عزیز طلبہ !اللہ تعالیٰ نے انسان کے مزاج میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ کسی نہ کسی چیز کی اپنے دل میں محبت محسوس کرتا ہے کسی کو مال سے محبت ہوتی ہے کسی کو حکومت اور شہرت سے محبت ہوتی ہے، کسی کو اپنے مفادات

اور خواہشات سے محبت ہوتی ہے اور کسی کو کسی دوسرے انسان سے محبت ہوتی ہے، گویا ہر انسان اپنے دل میں کسی نہ کسی چیز کی محبت رکھتا ہے اور اس محبت کا مزا وہ اپنے دل میں، اپنے وجود میں محسوس کرتا ہے اور محبت کا آخری درجہ عشق کہلاتا ہے اللہ تعالیٰ نے عشق اور محبت ہر انسان کے دل میں رکھا ہے، اب یہ انسان کا اپنا فیصلہ ہے کہ وہ کس سے عشق اور محبت کرے چاہے وہ فنا ہونے والی چیز سے محبت کرے اور چاہے تو وہ ہمیشہ باقی رہنے والی ذات اللہ تعالیٰ سے محبت کرے، محبت ایک ایسی نعمت عظمیٰ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ تخلیق فرمائی ہے اور یوں کہئے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے محبت فرماتے ہیں۔

محبت ایک عظیم نعمت ہے

گویا اللہ تعالیٰ نے بھی محبت کا فیصلہ فرمایا ہے، دنیا کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت محبت بھی ہے۔علماء نے اس کے دو حصے کئے ہیں۔ایک حقیقی محبت اور ایک مجازی محبت، ایک عشق حقیقی، دوسرے عشق مجازی، عشق مجازی کا مطلب ہے کہ جھوٹا عشق اور عشق حقیقی کا مطلب ہے سچا عشق۔

علماء فرماتے ہیں۔چار الفاظ ہیں جن میں پہلا لفظ ’’ع‘‘ استعمال ہوتا ہے:
(۱) علم (۲) عمل (۳) عارف (۴) عشق۔

شیطان کو اللہ نے علم سے نوازا، اس کے پاس اتنا علم ہے کہ بڑے بڑے علماء کے پاس بھی نہیں، اور عمل کی بات یہ کہ ستر ہزار برس تک اس نے اللہ کی عبادت کی اور سید الملائکہ کہلایا، فرشتوں کا سردار، للہ تعالیٰ نے اس کے لئے آسمان پر نور کا منبر بچھوایا جس پر بیٹھ کر وہ فرشتوں کو وعظ ونصیحت کیا کرتا تھا اتنا بڑا عالم اور عمل اتنا بڑا کہ نورانی مجلس، نور سے پیدا ہونے والے مخلوق اس کے شاگرد تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

علم اور عمل کے ساتھ اس کو معرفت عطا فرمائی۔علم کے معنی ہیں جاننا، اور عمل کے معنی ہیں اس کو کام میں لانا اور معرفت کے معنی ہیں پہچاننا، اگر معلوم ہے کہ یہ سونا ہے تو یہ علم ہے اور سونے کے اندر اس کو تجربہ اور اس کو بیچنے اور خریدنے کا ملکہ ہے۔تو یہ عمل اور اس کو پہچان ہے کہ اس میں کتنا کھرا ہے اور کتنا کھوٹا ہے تو یہ معرفت ہے شیطان کو اللہ تعالیٰ نے علم بھی دیا، عمل بھی دیا۔معرفت بھی دی۔کیسی معرفت سات سو درجے تک اس کو معرفت حاصل تھی۔ چوتھی چیز ہے عشق، شیطان کو اللہ نے عشق نہیں دیا۔ یعنی اپنی محبت سے اس کو محروم رکھا اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوگیا۔شیطان کے پاس علم بھی ہے عمل بھی ہے، معرفت بھی ہے۔لیکن اللہ کی محبت سے اس کا دل خالی ہے۔اس لئے وہ اللہ کی فرمانبرداری سے کنارا کش ہوگیا۔

انبیاء علیہم السلام اللہ سے محبت کرتے ہیں

انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم بھی دیا عمل بھی دیا، معرفت بھی دی اور پھر اس کے بعد اپنی محبت اور عشق بھی عطا فرمایا۔اور یہی معاملہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے ساتھ فرمایا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا مقبول بنانا چاہتے ہیں تو اس کے دل میں اپنی محبت ڈال دیتے ہیں اور پھر وہ اللہ کی محبت میں رنگ جاتا ہے پھر اس کی زبان سے اس کے ہاتھ سے اقوال اور افعال سے اللہ تعالیٰ کی محبت ٹپکتی ہے جس طرح آپ نل کو کھولتے ہیں تو اس میں سے پانی ٹپکتا ہے، جب اللہ والے زبان کھولتے ہیں تو اللہ والوں کی زبان سے اللہ کی محبت اور اس کی حلاوت ٹپکتی ہے اور سامنے بیٹھنے والے محسوس کرتے ہیں کہ واقعی یہ اللہ والا ہے اور یہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ اللہ کے نام میں کیا تاثیر ہوسکتی ہے، چھوٹا ہی سا تو لفظ ہے اس میں کیا تاثیر ہوسکتی ہے، آپ اتنی بڑائی کررہے ہیں اللہ کی، تو ان

بزرگ نے فرمایا کہ اے گدھے چپ رہ تو اس کو بہت برا لگا تو حضرت نے فرمایا کہ گدھا کہنے سے تمہارے دل کو کتنی چوٹ لگی ۔ جب گدھے کہنے سے اتنا اثر ہوسکتا ہے تو اللہ کہنے سے کیوں نہیں ہوگا۔ جب لفظ گدھا میں یہ تاثیر ہے کہ تیرے دل کو برا محسوس ہوا۔تو لفظ اللہ کہنے سے انسان کا دل کس قدر پاکیزہ ہوسکتا ہے ایک جگہ سے اگر پانی ٹپک رہا ہے کسی پتھر پر اور ٹپکتا رہے ٹپکتا رہے ایک عرصے تک تو آپ دیکھتے ہیں کہ اس پتھر میں سوراخ بن جاتا ہے گڑھا بن جاتا ہے، اکابر فرماتے ہیں جس زبان سے اللہ اللہ ادا ہو رہا ہے اور طویل عرصے تک وہ اللہ کی عبادت اور اس کا ذکر کرتا ہے تو یقیناً ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کے دل سے بھی اللہ اللہ کی آواز نکلنے لگتی ہے۔

ایک مرید کی اپنے پیر سے شکایت

ایک بزرگ سے ان کے مرید نے شکایت کی کہ پچیس سال اللہ کا ذکر کررہا ہوں لیکن میرے دل میں نورانیت محسوس نہیں ہورہی ہے ۔ بزرگ نے فرمایا بے وقوف اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے تجھ کو ذکر کی توفیق دے رکھی ہے ۔ یہ اس کا فضل ہے۔ورنہ تو گالی بھی دے سکتا تھا۔جھوٹ بھی بول سکتا تھا اور دوسرے بے ہودہ الفاظ بھی تیری زبان سے نکل سکتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان سب برائیوں سے تجھے روک دیا، یہ کتنا بڑا فضل ہے تو میں عرض کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہی حقیقی محبت کہلاتی ہے یعنی حقیقی محبت اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے۔

مجھے بچانے والا اللہ ہے

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پیران پیر دستگیر فرماتے ہیں، اپنی اولاد کے بندے اور اپنے بیوی اور بچوں کے بندے اور اپنے مال اور اپنی خواہشات کے بندے تو اپنی

خواہشات سے نکل کر دیکھ اور اللہ سے محبت اور عشق کر کے دیکھ تجھے اللہ تعالیٰ کس مقام پر پہنچائیں گے۔ تمہیں معلوم نہیں جو بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں لفظ اللہ میں کتنی تاثیر ہے حضور سرور کائنات ﷺ سو رہے ہیں جانی دشمن آپ ﷺ کے قریب پہنچ جاتا ہے اور آپ کی تلوار جو درخت پر لٹکی ہوئی تھی قبضے میں کر کے کہتا ہے قُمْ یَا مُحَمَّدا اے محمد ﷺ اٹھو آپ اٹھ جاتے ہیں وہ شخص سوال کرتا ہے اے محمد ﷺ اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میرے ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ کے ہاتھ ہتھیار سے خالی ہیں، مجھے اور آپ کو ایسا موقع مل جائے تو خوشامد شروع کر دیں، بھاگنے کا موقع تلاش کرنے لگیں قربان جایئے، پیارے آقا مدنی ﷺ مسکرانے لگے فرمایا مجھے بچانے والی ذات اللہ ہے، اللہ ایسے انداز سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دشمن کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی وہ تھر تھر کانپنے لگا، اب حضور ﷺ نے تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ بتا اب تجھے کون بچائیگا؟ اس کا ایمان اللہ پر نہیں تھا، خوشامد کرنے لگا کہ آپ بہت معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے بارے میں سنا ہے کہ آپ معاف کرنے والے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کر دیا، یہ کون سی تاثیر تھی لفظ اللہ میں کہ دشمن کے ہاتھ پاؤں بے جان ہو گئے؟ ایسی روایتیں بعد میں بھی ملی ہیں۔

حضرت احمد نقشبندیؒ کا واقعہ

ساتویں صدی ہجری میں جب تاتاریوں کا غلبہ ہوا اور دنیا میں بہت ساری مسلم حکومتیں ان لوگوں نے چھین لیں اور بغداد پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا اتنی بڑی مسلمانوں کی نسل کشی کی گئی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دن میں دولاکھ آدمیوں کو قتل کیا گیا بغداد میں مسلمانوں کا ہر طرف خون ہی خون تھا۔ کہیں بھی زمین کا رنگ نظر

نہیں آتا تھا۔ جہاں بھی دیکھو لال سرخ۔ تاتاری شہزادہ اپنے تخت اور حکومت کے نشے میں آگے بڑھتا جا رہا تھا یہاں تک کہ ایک مقام پر پہونچا وہاں کے مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ تاتاری شہزادہ آ رہا ہے تو لوگ اپنے اپنے مکانوں اور شہروں سے نکل کر بھاگ گئے، اس گاؤں کا نام تھا دربن۔

شہزادہ بہت خوش ہوا کہ ہمارا نام سن کر مسلمان بھاگ جاتے ہیں، ان میں لڑنے کی طاقت نہیں، حکم دیا شہر میں چل پھر کر دیکھو کوئی مسلمان باقی تو نہیں شہر میں؟ لوگوں نے بتایا حضور کوئی مسلمان باقی نہیں رہا، دو آدمی ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک بڑے میاں ہیں اور ان کے ساتھ ان کا ایک خادم ہے۔ نوجوان شہزادہ نے کہا کہ ان کو زنجیروں میں جکڑ کر ہمارے سامنے پیش کیا جائے ان کا نام تھا احمد نقشبندیؒ، ان کو شہزادے کے سامنے پیش کیا گیا۔ شہزادے نے کہا کہ بیٹھ جاؤ حضرت بیٹھ گئے۔ شہزادے نے پوچھا تمہیں میرے آنے کی اطلاع تھی یا نہیں؟ فرمایا ہاں بے شک تھی، تو پھر آپ کیوں نہیں بھاگے، آپ شہر چھوڑ کر کیوں نہیں گئے؟ شیخ احمد نقشبندیؒ نے فرمایا کہ ہم اس لئے نہیں گئے کہ ہم اللہ کے گھر میں تھے شہزادے نے دانت پیس کر کہا کہ اچھا اب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے کون بچائے گا اور پوچھا کہ میری سزا سے تجھے کون بچا سکتا ہے، حضرت یہ سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور جذب و کیفیت کے ساتھ فرمایا مجھے بچانے والی ذات اللہ ہے یہ کہنا تھا کہ زنجیریں ساری کی ساری یک لخت ٹوٹ کر گر گئیں، شہزادہ ہکا بکا رہ گیا اس نے دل میں سوچا کہ یہ کوئی اور ہستی ہے۔ لوہے کی زنجیریں سب ٹوٹ کر نیچے گر جاتی ہیں اور شہزادہ بھی نیچے گر جاتا ہے۔ آپ سوچیے کہ کتنے بھروسے اور اعتماد کے ساتھ لفظ اللہ کہا ہوگا کہ ساری کی ساری زنجیریں ٹوٹ کر گر گئیں۔

جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

ایک چور کا واقعہ

اللہ تعالیٰ نے ایسا ذوق اور جذبہ ہمارے اکابر کو عطا فرمایا تھا۔انہوں نے عمل کر کے دکھلا دیا وہ اللہ سے محبت کرتے تو اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر ان کی مدد فرمائی، ایک شخص چوری کیا کرتا تھا لیکن ذکر بھی کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ پکڑا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا، جب ذکر کا وقت آیا نماز بھی پڑھی، نماز کے بعد ذکر کیا، اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر کہا کہ اے اللہ روزانہ تو میں تجھے یاد کرتا تھا، آج تو مجھے یاد کرلے تو خود بخود جیل کا قفل ٹوٹا دروازہ کھلا اور یہ نکل کر بھاگ گیا، جنگل میں جا کر توبہ کی اے اللہ میں کتنا بڑا نافرمان ہوں کہ میں چوری بھی کرتا اور تیری نافرمانی بھی کرتا، اے اللہ آپ کتنے مہربان ہیں کہ آپ نے ایسی حالت سے مجھے نکالا۔اب میں توبہ کرتا ہوں کہ کبھی ایسا کام نہیں کروں گا۔تو اللہ تعالیٰ سے جو محبت کرتا ہے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو کبھی رائیگاں نہیں کرتے۔

دو بزرگوں کو اللہ سے محبت

ایک بزرگ عجیب وغریب واقعہ لکھا ہیکہ دو بوڑھے آپس میں بیٹھے لڑ رہے تھے۔ایک بوڑھا طمانچہ اس کو مارتا پھر دوسرا اس کو مارتا، لوگوں نے کہا کہ کیسے بے وقوف ہیں، قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا یہ تو اللہ کے دیوانے ہیں۔ان میں سے ایک بولتا ہے کہ اللہ میرا ہے تو دوسرا بولتا ہے کہ نہیں اللہ میرا ہے، ایک کہتا ہے کہ اللہ میرا ہے تو طمانچہ مارتا ہے کہ نہیں اللہ میرا ہے، اللہ اکبر! مال پر لڑائی نہیں دولت پر لڑائی نہیں، کسی اور چیز پر لڑائی نہیں، اللہ میرا ہے، اس پر لڑائی ہو رہی ہے، ہے کوئی مثال ایسی، آج کوئی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں اللہ سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ دوسرا کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ اللہ میرا ہے تو اس کو طمانچہ مار دے اور غصہ آجائے؟

اللہ تعالیٰ سے محبت کر کے دیکھو

دوستو! اس کی حلاوت اور چاشنی وہی محسوس کرسکتا ہے جس کو اللہ سے محبت ہوگی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ایک وہ بندہ ہے جس کے اعمال اور جس کی نیکیاں زمین سے لیکر آسمان تک ہوں اور اس میں صدقہ اور خیرات ہر قسم کے ثواب اور نیکیاں جمع ہوں لیکن اس کے مقابلے میں ایک وہ شخص ہے جس کے دل میں رائی کے برابر محبت ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنی عزت وجلال کی قسم مجھے اس رائی کے دانے کے برابر محبت کرنے والا زیادہ محبوب ہے، اس بندے سے جس کی نیکیاں زمین سے آسمان تک بھری ہوں، علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت تو کر کے دیکھے، جو بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا جو بندہ میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ. تو مجھے یاد کرتا ہے تو میں تجھے یاد کرتا ہوں اور فرمایا جب بندہ میری طرف چلتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوں اور جب دوڑ کر چلتا ہے تو میں اس سے لپٹ جاتا ہوں اور یہاں تک کہ میرا بندہ جب ذکر کرتا ہے تو میں اس کے اندر حلول کر جاتا ہوں۔وہ بندہ میری ہی زبان سے بولتا ہے میری ہی آنکھوں سے دیکھتا ہے، میرے ہی کانوں سے سنتا ہے، میرے ہی ہاتھوں سے چھوتا ہے، بہر حال اللہ تعالیٰ کی محبت! ایک ایسی شئی ہے جس سے آپ محبوب بن سکتے ہیں، اللہ والوں کے یہاں یہی چیز تھی جیسا میں نے عرض کیا چار لفظ علم، عمل عارف، اور عشق شیطان کو اللہ تعالیٰ نے علم بھی دیا عمل بھی دیا معرفت بھی دی لیکن اپنی محبت سے اس کو محروم رکھا اور سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے علم بھی دیا عمل بھی، معرفت بھی اور معرفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت بھی عطا فرمائی، یہی وجہ تھی کہ شیطان سے خطا ہوئی تو کہا

کہ میری کیا غلطی ہے؟ آپ نے ہی تو لکھا تھا مقدر میں ایسا ہوگا؟ سو ہو گیا، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غلطی ہوئی؟ اللہ نے فرمایا اس درخت کا پھل نہیں کھانا، کھالیا، فرمایا کیوں کھایا؟ عرض کیا غلطی ہوگئی۔ آدم علیہ السلام اللہ سے محبت کرتے تھے اور شیطان کو اللہ سے محبت نہیں تھی، محبت جب آتی ہے تو دل میں عاجزی انکساری آجاتی ہے، کسی شاعر نے کہا ہے کہ ۔

ایک صفت مجھ میں ہے ایسی جو اللہ میں نہیں
میں ہوں بندہ اسے آتا نہیں بندہ بننا

دوسرے شاعر نے کہا کہ بات تو تو نے اچھی کہی لیکن اس میں بے ادبی ہے اس نے کہا ہے۔ ۔

ہر صفت ہے اس کی محکوم ارے ناداں
وہ ہے مولا اسے آتا نہیں بندہ بننا

ہر صفت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے لیکن دوستو! عاجزی انکساری اور بندگی اللہ نے صرف انسانوں کو عطا فرمائی ہے۔ جب یہ چیز کسی انسان میں آجاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنے محبوب بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے عشق اور محبت سے ہمارے دلوں کو رنگ دے، اور ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق سے لبریز ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذائقہ چکھ لیں، اس دنیا میں بھی اور دنیا کے بعد آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

حضور ﷺ کی برکت والی زندگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

ہر فرد وانجمن کو عطا کر دیا وقار
یہ مہربانیاں ہیں خدا کے نظام کی
اعزاز وبلالؓ کو بخشا رسولؐ نے
باقی رہی تمیز نہ شاہ وغلام کی

بزرگانِ محترم، نوجوانانِ اسلام اور عزیز طلبہ! گذشتہ جمعہ محسن کائنات سرکار دو عالم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مقدسہ اور آپ کی سیرت مبارکہ کے متعلق کچھ باتیں عرض کی گئیں تھیں انسان دنیا میں آتا ہے تو کتنے دن رہتا ہے؟ پہلے

زمانے میں جو عمریں اللہ نے عطا فرمائی تھیں وہ اس زمانے کے اعتبار سے بہت زیادہ تھیں، دوسو تین سو پانچ سو آٹھ سو ہزار سال بھی لوگ زندہ رہے ہیں، لیکن آج ساٹھ اور ستر سال کے درمیان کی عمر اللہ نے دی ہے اور یہی عمر شریف اور اتنا ہی وقت سرکار مدینہ محبوب رب العالمین کو عطا فرمایا، یعنی تریسٹھ سال کوئی بڑی عمر نہیں۔

لیکن جب آپ کے کارنامے اور حضور اکرم ﷺ کی زندگی کو پڑھیں، آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں گے تو آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ ایک ہزار سال دنیا میں رہنے والا آدمی بھی اتنا کام نہیں کر سکتا جتنا کہ سرکار ﷺ نے تریسٹھ سال میں کیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے اوقات میں برکت عطا فرما دیتے ہیں، ان کے بڑے بڑے کام کم وقت میں ہو جاتے ہیں۔ آپ دیکھئے عمر شریف تریسٹھ سال ہے لیکن حضور ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار ہے، آپ اندازہ لگائیے کہ حضور پاک ﷺ کی ذات مبارکہ سے ہر دن اور ہر سال کتنے معجزات ظہور میں آئے اور معجزات بھی ایسے کہ انسانوں کی عقلیں اور ان کے علوم اور تجربات اور طاقتیں اور قوتیں مفقود ہو جائیں اور حیران رہ جائیں، ایسے کارنامے حضور اکرم ﷺ سے صادر ہوئے، معجزہ شق القمر ہے مکہ کے کفار نے کہا کہ ہم تو آپ کو نبی جب جانیں جب آپ چاند کے دو ٹکڑے کر دیں، اس زمانے میں چاند اور ستاروں کو لوگ اتنے قریب سے نہیں جانتے تھے، جتنا کہ آج جانتے ہیں۔

زمین تا آسمان کا خلاء

آسمان اور زمین کے درمیان جو خلاء ہے، اس میں کروڑ ہا نہیں بلکہ اربوں اور کھربوں میل کا فاصلہ ہے، آپ سوچئے کہ ایک تشبیہ جو حدیث میں دی گئی ہے کہ زمین سے آسمان تک پہونچنے کے لئے ایک تیز رفتار گھوڑا پانچ سو سال تک دوڑتا ہے

تب وہ پہلے آسمان پر پہونچے گا، اصل میں لوگوں کو سمجھانے کیلئے حدیث میں یہ الفاظ استعمال کیا گیا ہے ورنہ تو چاند زمین سے پانچ لاکھ کلومیٹر دور ہے اور سورج زمین سے پانچ کروڑ میل دور ہے۔ یہ ساری دنیا پانچ کروڑ میل نہیں ہے اب اس کے اوپر آپ چلیں گے تو جتنے سیارے ہیں ستارے ہیں، دنیا کے آدمیوں کا خیال تھا کہ یہ آسمان سے چپکے ہوئے ہیں اور وہاں ٹمٹا رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہر ایک ستارہ زمین سے دس بیس بچاس سو گنا بڑا ہے۔ مریخ جو ستارہ ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ سے عرض کیا تھا۔ آپ کو شاید یاد ہوگا کہ زمین سے چون (54) کروڑ میل دور ہے جب پچھلے سال یہ ستارہ زمین سے قریب آیا تو چاند سے آدھا نظر آرہا تھا، اتنا بڑا تھا۔ اس وقت یہ زمین سے تین کروڑ میل دور تھا اور بے شمار ستارے جو اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں، ان کی کوئی حد نہیں، کوئی مثال نہیں، یہاں تک کہ چاند سے بھی بڑے بڑے سیارے فضا میں موجود ہیں۔

حالانکہ قرآن نے ان کو پہلے بیان کر دیا۔ لیکن وہ ہماری زمین سے اتنی دور ہیں کہ وہ چاند سے چھوٹے نظر آتے ہیں اور جب قیامت قریب آئیگی تو چاند بھی ہماری دنیا سے بہت دور چلا جائے گا یہاں تک کہ چاند ہمیشہ کیلئے غائب ہو جائے گا۔ چاند کا وجود قیامت کے قریب دنیا میں نہیں ہوگا۔ ہماری زمین سے اتنی دور چلا جائے گا کہ چاند وہاں سے نظر نہیں آئے گا۔ اور آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ زمین سے آسمان تک کا کتنا بڑا خلاء ہوگا امریکہ نے جو سیٹلائٹ نظام قائم کیا ہے اور مریخ پر بھیجنے کیلئے جو راکٹ تیار کیا اس کی رفتار ایک سکنڈ میں پندرہ کلومیٹر ہے، یعنی یہاں سے شیواجی نگر تک ایک سیکنڈ میں پہونچتا ہے اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک منٹ میں کتنے کلومیٹر دور پہونچ سکتا ہے۔ یعنی ایک منٹ میں تقریباً نو سو کلومیٹر جائے گا اتنا تیز

رفتار راکٹ کو مریخ پر پہونچنے کیلئے ڈیڑھ سال لگا ہے یعنی دس کروڑ ساٹھ لاکھ کلو میٹر کا فاصلہ اس نے ڈیڑھ سال میں طے کرلیا اور پھر بھی آسمان اس سے بہت دور ہے۔

کیرالا کے راجہ نے چاند کے دوٹکڑے دیکھے

تو میں عرض کررہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جو معجزہ عطا فرمایا وہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں کسی نبی کو اللہ نے ایسے معجزے عطا نہیں فرمائے۔حضور ﷺ نے انگلی کا ایک اشارہ فرمایا چاند کے دوٹکڑے ہوگئے۔ایک جبل قبیس پر دوسرا جبل قیقعان پر چلا گیا۔کیرالا جو اس وقت کا ہندو راجہ تھا۔وہ رات کو پیشاب کیلئے اٹھا تو اس نے دیکھا کہ چاند دوٹکرے ہوگیا ہے۔حیرت ہوئی یہ کیسے ہوگیا ہزاروں لاکھوں سال سے دنیا میں آدمی دیکھ رہے ہیں کہ چاند ایک ہے اور آج چاند کے ٹکڑے کیسے ہوگئے،اس نے نجومیوں کو بلایا تو نجومیوں نے بتایا عرب کے اندر نبی آخر الزماں آئے ہیں یہ ان کا معجزہ ہے۔

اس دور میں جب کہ امریکہ اور ایشیاء اور دوسرے ممالک اپنے لوگوں کو چاند پر بھیج رہے ہیں تو واپسی میں عجیب وغریب چیزیں بتارہے ہیں جو جو حدیث میں ہے وہ سارا کا سارا اب ان کو معلوم ہورہا ہے۔کل تک یہ اسلام کو جھٹلا رہے تھے اور آج وہاں پہونچنے کے بعد مشاہدہ کررہے ہیں اور اسلام قبول کررہے ہیں۔اب یہ خود بتارہے ہیں کہ چاند کے دو حصے میں، بیچ میں بہت بڑا غار ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی زلزلہ آیا اور چاند دوٹکڑے ہوگیا تھا۔میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا الحاج محمد مصطفیٰ کامل رشیدی نور اللہ مرقدہٗ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ حضرت جب چاند دوٹکڑے ہوگیا تو ملا کیوں نہیں،تو حضرت نے ایک عجیب وغریب بات فرمائی اللہ والوں کی شان عجیب ہوتی ہے،فرمایا کہ جس چیز کو اللہ کے محبوب نے الگ کردیا ہو،

اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کا پورا ملانا گوارا نہیں کیا، یہ خلاصہ ہے کہ جس چیز کو ہمارے حبیب ﷺ نے دوٹکڑے کردیا اب ہم اس کو نہیں ملائیں گے یہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا محبت کی علامت ہے۔حضور ﷺ کے ہاتھ سے تو چاند دوٹکڑے ہوگیا اور آج بھی اس کی تصدیق ہورہی ہے۔

ایسے معجزات حضور اکرم ﷺ سے ایک دو تین نہیں بلکہ تین ہزار معجزات کتب احادیث میں آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔احادیث میں ہے کہ قیامت کا جو دن ہے وہ پچاس ہزار سال کا ہوگا سارے سائنٹسٹوں نے مذاق اڑایا کہ پچاس ہزار سال کا ایک دن ہوسکتا ہے کیا یہ بھی عقل میں بات آنے والی ہے؟ لیکن جب آج دنیا کی سواریاں اوپر پہونچ رہی ہیں اور چاند پر پہونچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پندرہ دن کی رات ہے اور پندرہ دن کا دن ہے،یعنی دو ہفتوں کا ایک دن اور دو ہفتوں کی ایک رات،ایک مہینے میں ایک دن اور رات پیدا ہوتے ہیں،ابھی اس سے اوپر جب چلتے ہیں تو ایک مہینے کا ایک دن اور ایک مہینے کی رات،اس سے اوپر چلتے ہیں تو دو مہینے کا ایک دن اور دو مہینے کی ایک رات، پھر اس سے اوپر چلتے ہیں تو ایک سال کا ایک دن اور ایک سال کی ایک رات، پھر اس سے اوپر چلتے ہیں یہاں تک کہ اوپر چلتے چلتے ایک ہزار سال کا ایک دن ہوتا ہے،اور ایک دن وہ موسم جو اوپر اللہ تعالیٰ نے ٹھہرا رکھا ہے پچاس ہزار سال والا،اس موسم کو اللہ تعالیٰ زمین پر لے کر آئیں گے،آج سائنٹسٹ بول رہے ہیں کہ قرآن نے سچ کہا ہے کہ پچاس ہزار سال کا ایک دن ہوگا وہ حقیقت ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان وحی کی زبان ہے

میں یہ عرض کررہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ کو صرف تریسٹھ سال عطا فرمائے لیکن آپ ﷺ کے کارناموں کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہزار سال میں بھی

دوسرے یہ کارنامے انجام نہیں دے سکتے۔ جو اللہ کے نبی ﷺ سے صرف تریسٹھ سال میں ظہور میں آئے۔ اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کے سارے کارنامے من جانب اللہ ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی. آپ ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے۔ ان کو اوپر سے جو کچھ حکم دیا جاتا ہے وہ کرتے ہیں یعنی حضور اکرم ﷺ کا کوئی بھی عمل اللہ کے حکم کے خلاف نہیں ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی آپ وہی کرتے جو آپ پر وحی کی جاتی، حضور اکرم ﷺ کی عمر شریف بظاہر تو تریسٹھ سال ہے لیکن کارنامے ہزاروں لاکھوں سالوں کے برابر ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علیؒ کا نام آپ نے سنا ہے اسی (۸۰) سال کی عمر آپ کی ہوئی اس میں پڑھا لکھا بھی ہے، سفر بھی کئے ہیں جلسوں میں شریک بھی ہوئے ہیں، مدرسے میں بھی پڑھایا ہے اور تیرہ سو کتابیں حضرت نے لکھی ہیں، یقین نہیں آتا کہ اتنی سی عمر میں تیرہ سو کتابیں کیسے لکھی ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے محبوب بندوں کے اوقات میں برکت عطا فرماتے ہیں، تو ان کا بڑے سے بڑا کام تھوڑے سے تھوڑے وقت میں ہو جاتا ہے۔

عمر میں برکت کیسے ہوتی ہے

فضائل اعمال لکھنے والے حضرت شیخ الحدیثؒ آخر عمر میں پاؤں سے معذور ہو گئے تھے، چل پھر نہیں سکتے تھے کہیں جانا ہے تو دو آدمی لے کر چلتے تھے گاڑی میں، لیکن فراغت کے بعد بیس سال حدیث کا درس بھی دیا۔ حضرت نے تین سو کتابیں بھی لکھیں بڑی بڑی کتابیں، اس کے بعد مدینے چلے گئے، وہاں بھی دس بارہ سال گذار لئے عمر کتنی اسی (80) سال کی آپ سوچئے کہ آدمی معذور ہے بیمار ہے اس کے بعد بھی اتنی ساری کتابیں لکھ دی، دراصل اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے اوقات

میں برکت عطا فرما دیتے ہیں۔ پھر وقت تو ان کے پاس بھی اتنا ہی ہوتا ہے۔ جتنا ہمارے پاس ہے، آپ کے پاس ہے چوبیس گھنٹے لیکن ہمارے چوبیس گھنٹے غفلت میں گزرتے ہیں اور ان کے چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کے تقرب میں اور اللہ تعالیٰ کی قربت میں گذرتے ہیں اس لئے ان کے اوقات میں برکت ہوتی ہے، اور ہمارے اوقات میں برکت نہیں ہوتی۔

حضور ﷺ وہ عظیم کام انجام دیئے دوسرے انبیاء علیہم السلام دو دو سو تین تین سو پانچ پانچ سو سال میں نہیں کر سکے حضور اکرم ﷺ نے ان کاموں کو چند سالوں میں کر دیا، حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال ہوئی ہے اور بہت تھوڑے آدمی ایمان لائے اور حضور اکرم ﷺ کا مکہ سے مدینے تک کا نبوت کا زمانہ تیئیس سال ہے جب حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں صحابہ کو خطاب فرمایا اس وقت ایک لاکھ چالیس ہزار یا ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ عرفات میں موجود تھے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ تیئیس سال میں اللہ تعالیٰ نے کتنی برکت عطا فرمائی۔

امت میں برکت کی مثالیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روزانہ دو قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے پورے چوبیس گھنٹے میں، آج آدمی اس کا تصور نہیں کر سکتا ہے یہ برکت ہے ان کے اوقات میں، حضرت ابوحنیفہؒ امام اعظم روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور ایسے حفاظ کرام بیشمار گذرے ہیں جنہوں نے سات دن میں ایک قرآن تین دن میں ایک قرآن مجید ختم کیا، ہمارے استاذ محترم حافظ سعید احمد صاحبؒ تھے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، حضرت دو دن میں ایک قرآن مجید پڑھتے تھے، مدرسہ بھی پڑھایا کرتے تھے اور اس کے بعد دکان پر بھی بیٹھتے تھے اور سوتے بھی تھے، حضور اکرم ﷺ

کے کارنامے، آپ کی تعلیمات اور آپ کی سرگرمیاں، چاہے وہ مدینے کی سرگرمیاں ہوں یا مکہ کی، ہزاروں کتابوں میں نقل کردیا اس کو پڑھنے کے لئے ہزاروں سال کی عمر چاہئے تب بھی حضور ﷺ کے پورے کارناموں سے سیر حاصل واقفیت حاصل نہیں ہوسکتی، یہ ہے حضور ﷺ کی محبوبیت کی علامت، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری کائنات کے لئے محبوب بنایا۔

حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ. آپ ﷺ کی خدمت دشمنوں کے تعلق سے آپ ﷺ کی خدمت دوستوں کے تعلق سے، آپ ﷺ کی خدمت بیواؤں کے تعلق سے، آپ ﷺ کی خدمت یتیموں کے تعلق سے، آپ ﷺ کی خدمت کافروں کے تعلق سے، آپ ﷺ کی خدمت سیاست کے تعلق سے، آپ ﷺ کی خدمت سماج اور معاشرت کے تعلق سے، کلچر کے تعلق سے، آپ ﷺ کی خدمت پر الگ الگ عنوان کتابوں میں ہیں، حضور ﷺ کی خدمات کا احاطہ نہیں ہوسکتا، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے، اپنے محبوب سرکار دوعالم ﷺ پر اور آپ کی امت پر اگر یہ حضور اکرم ﷺ کی طرف لوٹ جائیں یعنی آپ ﷺ کے کارناموں کو زندگی میں اپنالیں تو آج بھی اس امت کے کاموں میں برکت آسکتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کے نقشِ قدم پر اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

خطبات رحیمی کی جلد ششم تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

حضرت حبیب الامت کی دیگر کتب

۱	انوار السالکین	
۲	سفرنامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ	
۳	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	اول، دوم
۶	خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام	دس جلدیں
۷	طالبات تقریر کیسے کریں	دس جلدیں
۸	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۹	انوارِ طریقت	
۱۰	سوانح حضرت حاذق الامتؒ	
۱۱	انجمن دیندار مسلمان نہیں؟	
۱۲	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۳	تصوف کی حقیقت	
۱۴	مفتاح الصلوٰۃ	
۱۵	خطباتِ رمضان المبارک	اول، دوم
۱۶	اسرارِ طریقت	(زیرطبع)
۱۷	تفسیری خطبات	
۱۸	مجالسِ رحیمی	

☆☆☆